کوئز 4

معرفتِ معصومین علیہم السلام

(رسول صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامام صادق علیہ السلام)

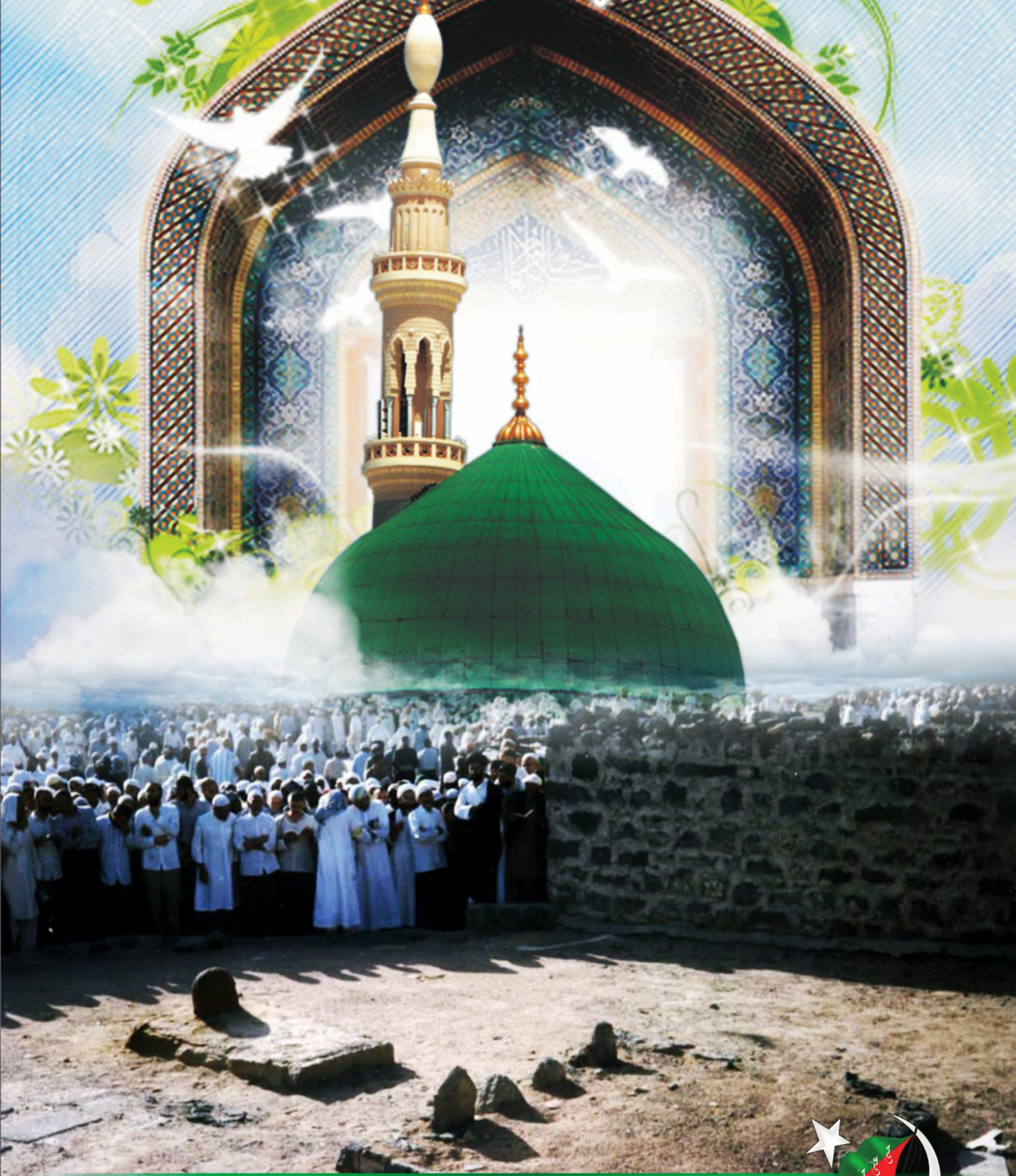

امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان

رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمی
خامنہ ای دامت برکاتہ نے فرمایا:

وہ چیز جو ہم مسلمانوں کے لئے اہم ہے وہ یہ کہ اسلام اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ شناخت و معرفت حاصل کریں، آج دنیائے اسلام کا سب سے بڑا درد فرقہ واریت ہے۔ عالم اسلام کی یکجہتی اور اتحاد کا محور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس وجود کو قرار دیا سکتا ہے جن پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے اور جو تمام انسانوں کے احساسات کا مرکزی نقطہ ہیں۔ ہم مسلمانوں کے پاس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس وجود سے بڑھ کر کوئی ایسا جامع اور واضح نقطہ اتحاد نہیں ہے کہ جس پر تمام مسلمانوں کا ایمان و اعتقاد بھی ہو اور جن کے وجود سے سب مسلمانوں کا اندرونی اور قلبی رشتہ بھی ہو اور یہی نقطہ اتحاد کا بہترین مرکز و محور ہے۔

المہدیؑ ادارۂ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّکَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوٰاتُکَ عَلَیْہِ وَعَلٰی آبَائِہٖ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَةِ

وَفِیْ کُلِّ سَاعَةٍ وَلِیّاً وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا وَ

دَلِیْلاً وَعَیْنًا حَتّٰی تُسْکِنَہٗ اَرْضَکَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَہٗ فِیْھَا طَوِیْلاً

مقدمہ

قرآن مجید میں رسول اللہؐ کو تمام انسانیت کیلئے اسوہ اور نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُولِ اللّٰہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ (احزاب: ۲۱) یعنی رسول اللہؐ کی گفتار و کردار اور راہ و روش انسان کیلئے قابل طاعت و پیروی ہے۔ انسان اگر کمال مطلق اور سعادت ابدی تک پہنچنا چاہے تو اس کا واحد ذریعہ رسول اکرمؐ کی اطاعت ہے جو کہ دراصل اللہ کی ہی اطاعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: إِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ إِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰہَ (اے رسول) جن لوگوں نے تیری بیعت کی بے شک انہوں نے اللہ کی بیعت کی۔ (سورہ فتح: ۱۰)

اگر انسان مومن اللہ کی محبت چاہتا ہے تو اسکی بنیادی شرط بھی رسول اللہؐ کی پیروی ہے۔

قُلْ إِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُونِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اے رسول) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو (تو) اللہ تم سے محبت کرے گا۔ (آل عمران: ۳۱)

امامت اسی رسالت کا تسلسل ہے اور اللہ نے ہر دور کے انسانوں کیلئے اسوہ مقرر فرمایا ہے۔ یا وہ نبی ہوگا یا امام ہوگا۔ ختم نبوت کے بعد اللہ نے ہادیان برحق کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ اور امامت اسی نظام ہدایت کا تسلسل ہے جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اطاعت کی مانند فرض کیا ہے۔ اور فرمایا: یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰہَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ (اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ (سورہ نساء: ۵۹)

امام صادقؑ کی امامت اور ملکوتی شخصیت کے سامنے عالم اسلام کی تمام نامور شخصیات اور مختلف مذاہب کے آئمہ زانوئے ادب طے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور کیوں ایسا نہ ہو امام صادقؑ میراث دار علم و معنویت رسول خداؐ ہیں۔ بلکہ تمام انبیاء کے وارث ہیں۔

رسول اکرمؐ اور امام صادقؑ کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے یہ کوئز المہدی ادارہ تربیت اسلامی آئی ایس او پاکستان کی طرف سے خواہران و برادران کیلئے آمادہ کیا گیا ہے۔جس کا اسلوب سادہ اور دونوں عظیم ہستیوں کی عملی سیرت پر مشتمل ہے۔اس کوئز میں رسول صادقؐ اور امام صادقؑ کی سیرت سے مختلف واقعات اور راہنما نکات کو جمع کیا گیا ہے تا کہ یہ محبین اور ممبران دونوں کیلئے یکساں مفید ثابت ہو سکے۔امید ہے کہ برادران وخواہران اس کوئز سے علمی ومعنوی استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کوئز مقابلہ اور اس کے بعد میں منعقد کیے جانے والے مقابلہ جات کی سیریز میں بھرپور شرکت کر کے انعامات کے مستحق قرار پائیں گے۔

اللہ تعالی ہم سب کو رسول صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام صادق علیہ السلام کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

والسلام

المہدیؑ ادارہ تربیت اسلامی

آئی ایس او پاکستان

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی سیرت

(۱) ملاقات کے آداب

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر ایک شخص آیا اور آنحضرتؐ سے ملاقات کی درخواست کی۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے ملاقات کے لیے تیار ہوئے تو آپ نے پانی کا ایک برتن سامنے رکھا اپنے بالوں کو مرتب کیا اس کے بعد ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ ۶۵ہپید جناب عائشہ نے آپ کے اس عمل سے تعجب کیا اور واپس آتے ہی آپ سے پوچھا: یارسول اللہ ! کیوں ملاقات سے پہلے آپ پانی کے برتن کے سامنے کھڑے ہوئے اور بالوں اور چہرے کو مرتب کیا؟

فرمایا: اے عائشہ! خداوند عالم دوست رکھتا ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملنے جائے تو اپنے آپ کو مرتب اور مزین کرے۔ (حمید رضا کفاش، درس زندگی از سیرہ پیغمبر (ص)، ص۱۶)

(۲) کھانا کھانے کے آداب

نقل ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تواضع اور انکساری کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتے تھے، اور اپنا وزن اپنے بائیں پہلو پر ڈالتے تھے۔ اور کھانا کھاتے وقت کسی چیز سے ٹیک نہیں لگاتے تھے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتے اور لقموں کے درمیان بھی اللہ کو یاد کرتے اور اس کا شکریہ ادا کرتے تھے۔ یہ چیز اس بات کی حکایت کرتی ہے کہ انسان کو ہمیشہ نعمتیں عطا کرنے والے کی یاد میں رہنا چاہیے۔ آپ کھانا کھانے میں زیادہ روی نہیں کرتے تھے۔ جب کسی کھانے کو ہاتھ لگاتے تھے تو فرماتے تھے: "بسم اللہ، پروردگارا ! اس میں برکت عطا کر"۔ آپ کسی بھی کھانے کو برا نہیں کہتے تھے اگر دل چاہتا تھا تو کھاتے تھے ورنہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔ آپ کبھی بھی اکیلے کھانا

نہیں کھاتے تھے پسند فرماتے تھے کہ دوسروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ دسترخوان پر آپ سب سے پہلے شروع کرتے تھے اور سب سے آخر میں ہاتھ کھینچتے تھے تاکہ دوسروں کو کھانا کھانے سے شرم محسوس نہ ہو۔ اور بھوکے دسترخوان سے نہ اٹھ جائیں۔ آپ اپنے سامنے سے کھاتے تھے اور گرم کھانا نہیں کھاتے تھے آپ کا کھانا نہایت سادہ ہوتا تھا جیسے جو کی روٹی اور نمک۔ آپ نے کبھی بھی گندم کی روٹی نہیں کھائی۔ آپ کھانے میں خرما زیادہ پسند کیا کرتے تھے۔(بحار الانوار، ج۱۶، ص ۲۳۶ سے ۲۳۹ تک)

(۳) بیٹھنے کے آداب

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھنے کے لیے کسی مخصوص جگہ کا انتخاب نہیں کرتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ مجلس میں آخر میں دروازہ ہی کے پاس بیٹھ جائیں۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ اٹھتے بیٹھتے وقت کوئی آپ کے احترام کے لیے اٹھے۔ آپ نے اس بارے میں فرمایا: "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دوسرے اس کے احترام میں کھڑے ہوں اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (بحارالانوار، ج۱۶، ص ۱۵۲)

(۴) علم و دانش کی اہمیت

انصار کا ایک آدمی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ایک طرف جنازہ رکھا ہو اور دوسری طرف علماء کی مجلس ہو تو میں کس کو ترجیح دوں اور کس میں شرکت کروں؟ (یعنی نماز جنازہ میں شرکت کروں یا علماء کی بزم میں بیٹھوں؟) رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اگر جنازہ کو کفن و دفن کرنے والے اتنے لوگ ہوں کہ تمہاری گردن سے تکلیف ساقط ہو جائے تو علماء کی بزم میں شرکت کرنا ہزار جنازوں کی تشییع کرنے، ہزار مریضوں کی عیادت کرنے، ہزار شب و روز نمازیں اور روزے رکھنے، ہزار فقیروں کو صدقہ دینے، ہزار مستحبی حج بجالانے اور راہ خدا میں اپنے جان و مال سے ہزار جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ یہ سب چیزیں ایک عالم کے حضور میں شرفیاب ہونے کی فضیلت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ کیا نہیں سنا ہے کہ اللہ کی اطاعت اور بندگی علم اور معرفت سے

وابستہ ہے؟ دنیا اور آخرت کی خیر وخوبی علم سے ہے؟ اور دنیا اور آخرت کی بدبختی جہالت سے ہے؟ (بحارالانوار، ج ا، ص ۲۰۴)

(۵) دوسروں کا احترام کرنا

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی کے ساتھ مصافحہ کرتے تھے تو جب تک سامنے والا اپنا ہاتھ پیچھے نہ کرے آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ نہیں کرتے تھے۔ جو بھی کوئی کام آپ کے سپرد کرتا تھا آپ اس کو فوراانجام دیتے تھے مگر یہ کہ وہ خود اس سے منصرف ہو جائے۔ جب آپ کسی سے گفتگو کرتے تھے تو جب تک سامنے والا خود خاموش نہ ہو جائے آپ اس سے محوِ گفتگو رہتے تھے۔اور کبھی بھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ آپ کسی دوسرے کے پاس پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوں۔ (درس زندگی، حمید رضا کفاش، ص ۲۰)

(۶) بچوں کا احترام

ایک دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام گھر میں داخل ہوئے۔ آنحضرتؐ ان کے استقبال کے لیے اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور ان کا انتظار کرنے لگے چونکہ بچے دھیرے دھیرے چل رہے تھے کچھ لمحوں کے بعد پیغمبر اکرمؐ خود ان کی طرف بڑھے اور دونوں کو اپنے کاندھے پر بٹھایا اور لے کر چل پڑے اور فرما رہے تھے: میرے عزیز بچو! تمہاری سواری کتنی اچھی ہے اور تم سوار بھی کتنے اچھے ہو۔ (بحارالانوار، ج ۴۳، ص ۲۸۵)

(۷) والدین کا احترام

ایک آدمی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: یارسول اللہ ! میں نے قسم کھائی ہے کہ جنت کے دروازے اور حورالعین کی پیشانی کا بوسہ لوں۔ لہذا کیا کروں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: اپنی ماں کے پیروں اور باپ کی پیشانی کا بوسہ لو۔ (یعنی اگر ایسا کرو تو

اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے)

اس نے کہا: اگر والدین مر چکے ہوں تو کیا کروں؟

آپ نے فرمایا: ان کی قبروں کا بوسہ لو۔ (بیست و پنج اصل از اصول اخلاقی امامان، ص ۷۹)

(۸) مومن کا احترام

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کی طرف نگاہ کر کے فرمایا:

خوش نصیب ہے تو اے گھر جسے عظیم سمجھا جاتا ہے اور جس کا احترام کیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم مومن اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محترم ہے اس لیے کہ خداوند عالم نے تیرے لیے ایک چیز کو حرام کیا ہے وہ یہ کہ تیرے پاس قتل و غارت حرام ہے۔ لیکن مومن کے لیے تین چیزوں کو حرام کیا ہے مومن کی جان، اس کا مال، اور اس کی نسبت برا گمان کرنا حرام قرار دیا ہے۔ (سفینۃ البحار، مادہ امن)

(۹) کام کی اہمیت

ابن عباس کہتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی شخص سے ملاقات کرتے تھے تو سب سے پہلے اس سے اس کے مشغلہ اور کام کے بارے میں سوال کرتے تھے، اگر وہ کہتا تھا کہ بیکار ہوں تو آپ فرماتے تھے: میری نظروں سے گر گئے ہو۔ اور جب اس کی وجہ معلوم کی جاتی تھی تو فرماتے تھے: جب مومن بیکار ہو جاتا ہے تو مجبوراً اپنے دین کا اپنے معاش سے سودا کرتا ہے۔ (بحار الانوار، ج ۲، ص ۱۰۰)

(۱۰) اصول کی پابندی

عبداللہ بن ابی، منافقین کا سردار جس نے بظاہر کلمہ شہادت پڑھ کر امان حاصل کر رکھی تھی لیکن باطنی طور پر وہ رسول خداؐ کی مدینہ ہجرت اور اپنی حکومت کی بساط سمٹنے سے سخت رنجیدہ تھا اور اپنے دل میں رسول خدا اور اسلام کی نسبت عداوت پال رہا تھا۔ اور اسلام کے دشمن یہودیوں کے ساتھ مل کر، اسلام کے خلاف سازشوں اور پروپیگنڈوں میں بھرپور حصہ لیتا تھا۔ آنحضرتؐ نہ صرف اس بات کی

اجازت نہیں دیتے تھے کہ آپ کے اصحاب اسے اس کے عمل کی سزا دیں بلکہ مکمل احترام کیساتھ اس کیساتھ برتاؤ رکھتے تھے۔اور بیماری کے وقت اس کی عیادت کرنے جاتے تھے۔

غزوہ تبوک سے پلٹتے وقت بعض منافقین نے آنحضرتؐ کی جان لینے کے لیے سازش تیار کی کہ ایک گھاٹی سے گزرتے وقت آپ کی سواری کو گرایا جائے ، اس کے باوجود کہ سب منافقین نے اپنے چہرے چھپا رکھے تھے پیغمبر اکرمؐ نے سب کو پہچان لیا لیکن اپنے اصحاب کے درمیان ان کا راز فاش نہیں کیا اور انہیں کسی قسم کی سزا دینے سے صرف نظر اختیار کیا۔(صحیح بخاری، ج۵،ص ۱۵۲)

(۱۱) سماج کے لیے نمونہ عمل

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لباس خود سیتے تھے، اپنے کپڑوں کو خود ٹانکتے تھے، اپنی بکری کا دودھ خود دوھتے تھے غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ زمین پر بیٹھتے تھے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے۔اور خود بازار جانے سے شرم نہیں کرتے تھے اور خود گھر کی ضرورت بھری چیزوں کو خرید کر لاتے تھے۔ ہر کسی کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے اور جب تک سامنے والا اپنا ہاتھ پیچھے نہ کرے آپ ہاتھ نہیں کھینچتے تھے۔سب کو سلام کرتے تھے اور جب کوئی آپ کو دعوت کرتا تھا چاہے کھجور پر ہی ہو تو آپ اس کی دعوت کو کبھی رد نہیں کرتے تھے۔ آپ اسراف اور فضول خرچی سے شدت کیساتھ پرہیز کرتے تھے اور ہر کسی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ کا چہرہ ہشاش بشاش ہوتا تھا اور آپ کے چہرے سے رنج وغم کے وقت غصے کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔تواضع وانکساری میں ذلت ورسوائی نہیں تھی، آپ بخشش کرنے والے اور مہربان دل انسان تھے، سب مسلمانوں کے ساتھ مہربانی کرتے تھے۔کبھی بھی دسترخوان سے سیر ہو کر نہیں اٹھتے تھے۔ اور کسی چیز کی طرف طمع کا ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔(صحیح بخاری، ج۵،ص ۳۳۰)

(۱۲) امتیاز کا قائل نہ ہونا

نقل ہوا ہے کہ ایک دن رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کچھ اصحاب کے ساتھ ایک سفر

پر تھے کھانے کے لیے آپ نے ایک گوسفند کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ! گوسفند کو ذبح کرنا میرے ذمہ ہے۔ دوسرے شخص نے کہا: اس کی کھال اتارنا میری ذمہ داری ہے۔ تیسرے نے کہا: اس کو پکانا میرا کام ہے۔ آنحضرتؐ نے ان کے ساتھ حصہ لیتے ہوئے فرمایا: لکڑیاں جمع کر کے لانا میرا کام ہے۔ اصحاب نے کہا: یارسول اللہ! ہم ہیں نا، لکڑیاں خود اکھٹا کریں گے۔ آپ زحمت نہیں اٹھائیں۔ فرمایا: مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں اپنے آپ کو تمہارے درمیان ممتاز سمجھوں۔ یقینا خداوند عالم کو بھی اس بات سے نفرت آتی ہے کہ اس کا بندہ اپنے دوستوں کے درمیان خود کو ممتاز سمجھنے لگے۔ (منتھی الآمال، ج۱، ص ۲۳)

(۱۳) انصاف

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک سات سال تھی تو ایک دن آپ نے اپنی دائی حلیمہ سعدیہ سے پوچھا: میرے بھائی کہاں ہیں (چونکہ آپ حلیمہ کے گھر میں رہتے تھے اور حلیمہ کے بیٹوں کو آپ بھائی کہا کرتے تھے) حلیمہ نے جواب دیا: بیٹا! وہ ان بھیڑ بکریوں کو لے کر چراگاہ گئے ہیں جنہیں خداوند عالم نے آپ کے وجود کی برکت سے ہمیں عطا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: مادر گرامی! آپ نے میرے سلسلے میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ ماں نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: کیا مناسب ہے کہ میں گھر کی چھت کے سائے میں رہوں اور دودھ پیوں لیکن میرے بھائی جنگلوں اور صحراوں کی تپتی دھوپ میں جائیں؟ (بحارالانوار، ج۱۵، ص۳۷۶)

(۱۴) زندگی کے ابتدائی سال

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں جب سرزمین "اجیاد" مکہ کے اطراف میں چوپانی کرتے تھے تو خلوت اور تنہائی سے مانوس ہو گئے تھے۔ صحراوں کے سناٹے میں گھنٹوں غور و فکر کرتے تھے اور اپنے وجود اور زندگی کے بارے میں سوچتے تھے۔ آپ اپنے قوم و قبیلہ کی دنیا سے ہٹ کر ایک دوسری دنیا میں جیتے تھے۔ اور کبھی بھی ان کے لہو ولعب کی مجلسوں میں شریک نہیں

ہوئے اوران پروگراموں میں جو بتوں کی مناسبتوں سے منعقد ہوتے تھے کبھی حصہ نہیں لیتے تھے۔اور اس قربانی کے گوشت کو چکھتے تک نہیں تھے جسے بتوں کے لیے قربانی کیا جاتا تھا(سیرہ احمد زینی۔ص۹۵)۔آپ نے اپنے تفکر کی سیر کو بہت جلد کلمہ توحیداوراس کے ماسوا کی نفی پر لاکر ختم کیا تھا۔ آپ بتوں سے متنفر رہتے تھے اور فرماتے تھے: "کسی چیز سے میں ان بتوں سے زیادہ دشمنی نہیں رکھتا "

(سیرہ حلبی۔ج۱،ص۱۷۰)

(۱۵)بخیلی

ایک دن پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے طواف میں مشغول تھے ایک آدمی کو دیکھا کہ کعبہ کے پردے کو پکڑ کر کہہ رہا ہے: خدایا! تجھے اس گھر کی حرمت کی قسم مجھے بخش دے۔

آپ نے اس سے پوچھا: کیا گناہ کیا ہے؟

کہا: میں ایک مالدار آدمی ہوں۔جب کوئی فقیر میری طرف آتا ہے اور مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میرے بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔

آپ نے اس سے فرمایا: مجھ سے دور ہو جاؤ۔اور مجھے اپنی آگ میں مت جلاؤ۔

اس کے بعد فرمایا: اگر تم رکن اور مقام کے درمیان دو ہزار رکعت نمازیں پڑھو اور اتنا گریہ کرو کہ اشکوں سے نہریں جاری ہو جائیں لیکن اس بخیلی والی خصلت کیساتھ مر جاؤ تو اہل جہنم کے ساتھ رہو گے۔(جامع السعادات،علامہ نراقی،ج۲،ص۱۵۴)

(۱۶)قرض کی ادائیگی

ایک دن ایک شخص کا جنازہ پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں لے کر آئے تاکہ آپ اس پر نماز جنازہ ادا کریں۔پیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم لوگ اس پر نماز پڑھو میں نہیں پڑھوں گا۔

اصحاب نے کہا: یارسول اللہ ! آپ کیوں نماز جنازہ نہیں پڑھائیں گے؟

فرمایا: اس لیے کہ یہ آدمی لوگوں کا مقروض ہے۔

ابوقتادہ نے آگے بڑھ کر کہا: میں اس کے قرض کا ضامن ہوں۔

فرمایا: تم اس کا سارا قرض ادا کرو گے؟

ابوقتادہ نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! میں اس کا پورا قرض ادا کروں گا۔ اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ نے اس میت پر نماز جنازہ ادا کی۔

ابوقتادہ کا کہنا ہے: اس شخص کا قرض سترہ یا اٹھارہ درہم تھا۔ (مستدرک الوسائل: ج ۱۳، ص ۴۰۴)

(۱۷) اولاد کے ساتھ برابر کا سلوک

ایک دن پیغمبر اکرمؐ نے دیکھا کہ ایک آدمی نے اپنے ایک بیٹے کا بوسہ لیا اور دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ پیغمبر اکرم (ص) نے ناراضگی کی حالت میں اس سے فرمایا: کیوں تم نے دونوں بیٹوں کے درمیان فرق ڈالا ہے اور دونوں کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ نہیں کیا؟ (بحارالانوار، ج ۱۰۴، ص ۹۷)

(۱۸) گالیوں کے مقابلہ میں خاموشی

پیغمبر اکرمؐ ایک گروہ کے پاس سے گزرے جن میں ایک شخص بہت بھاری پتھر اٹھا کر اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھلا رہا تھا، اور لوگ اس کے اطراف میں جمع ہو کر اس کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: یہاں کیا ہو رہا ہے؟ عرض کیا: یہ آدمی بھاری پتھر اٹھا کر اپنی شجاعت دکھا رہا ہے۔ فرمایا: کیا تم لوگ چاہتے ہو میں تمہیں ایک شخص کی خبر دوں جو اس سے زیادہ شجاع ہے۔ کہا؛ جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: وہ شخص جس کو سامنے والا گالیاں دے رہا ہو اور وہ خاموش سنتا رہے اور اسے برداشت کرے اور اپنے نفس اور شیطان پر قابو پالے وہ اس سے زیادہ شجاع ہے۔ (مجموعہ ورام، ص ۴۰ ۳)

(۱۹) مومن کے احترام کے لیے کھڑا ہونا

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ آنحضرت اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ اس شخص نے کہا: یارسول اللہ ! جگہ کافی ہے آپ کیوں کھڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب وہ اس کے پاس بیٹھنے کے لیے آئے تو اپنی جگہ اس کو دے دے۔ (بحارالانوار، ج۱۶، ص ۲۴۰)

(۲۰) مزدورں کے ہاتھ کو بوسہ دینا

جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جنگ تبوک سے واپس لوٹ رہے تھے سعد انصاری آپ کے استقبال کے لیے گئے نبی اکرمؐ نے انکے ساتھ مصافحہ کیا اور جب اپنا ہاتھ انکے ہاتھ میں رکھا تو فرمایا: تمہارے ہاتھ اتنے کھردرے کیوں ہیں؟ کہا: یارسول اللہ! میں کلہاڑی اور بیلچہ سے کام کرتا ہوں اور اپنے گھر والوں کے لیے روزی مہیا کرتا ہوں۔ رسول خداؐ نے سعد کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا: یہ وہ ہاتھ ہے جس تک آتش جہنم کی حرارت نہیں پہنچے گی۔ (اسدالغابۃ؛ ج ۲، ص ۲۶۹)

(۲۱) دنیا کی نسبت بی رغبتی

سہل بن سعد ساعدی کا کہنا ہے: ایک آدمی رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسے عمل کی تعلیم دیجیئے جب میں اسے انجام دوں تو خدا اور اس کی مخلوق کا محبوب قرار پاؤں۔ رسول خداؐ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ تا کہ خدا تمہیں دوست رکھے اور جو کچھ مال دنیا تمہارے پاس ہے اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو تا کہ لوگ تم سے راضی ہو جائیں۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۱۳۷۴)

(۲۲) عورتوں کا جہاد

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دن جہاد اور مجاہدین کی جزا کے بارے میں گفتگو کر رہے

تھے ایک عورت نے کھڑے ہو کر پوچھا: کیا عورتوں کے لیے بھی یہ فضیلتیں ہیں؟ رسول خدا نے فرمایا: ہاں، اس دن سے لے کر جب عورتیں حاملہ ہوتی ہیں اس دن تک جب تک بچہ دودھ پیتا ہے عورتوں کو خداوند عالم مجاہدین کا ثواب عنایت کرتا ہے۔ اور اگر اس درمیان ان کو موت آ جائے تو ان کا مقام شہید کے مقام جیسا ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۵۶۱)

(۲۳) حالت بیماری میں مومن کی عبادت کا ثواب

ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے آسمان کی طرف نگاہ کر رہے تھے ایک آدمی نے اس کی وجہ پوچھی۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا: میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ دو فرشتے زمین کی طرف آ رہے ہیں، تاکہ ایک اللہ کے مومن بندے کی دن ورات کی نمازوں اور عبادتوں کو لکھیں۔ لیکن اس کو نماز کی جگہ نہیں پایا، بلکہ اسے بیماری کے بستر پر پایا، وہ آسمان کی طرف واپس چلے گئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: ہم معمول کے مطابق اس بندہ مومن کی عبادتگاہ میں اس کی عبادتوں کا ثواب لکھنے گئے لیکن اسے وہاں نہیں پایا بلکہ وہ بستر بیماری پر آرام کر رہا تھا۔ خداوند عالم نے ان فرشتوں سے فرمایا: جب تک وہ بیماری کے بستر پر ہے اس کے لیے وہی ثواب لکھو جو اس کے لیے اس وقت لکھتے تھے جب وہ صحت کے عالم میں اپنی عبادتگاہ میں نمازیں پڑھتا تھا۔ اور مجھ پر لازم ہے کہ میں اس کے نیک اعمال کا ثواب اس وقت تک لکھتا رہوں جب تک وہ بیماری کے بستر پر ہے۔ (فروع کافی، ج ۱، ص ۳۱)

(۲۴) نماز کی تاثیر

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز کی انتظار میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں نے ایک گناہ کیا ہے اس کی مغفرت کے لیے کیا کروں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف سے رخ موڑ لیا۔ جب نماز تمام ہو گئی تو وہ آدمی دوبارہ اٹھا اور اپنا سوال دھرایا۔ رسول خداؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: کیا تم نے ابھی نماز ادا نہیں کی، کیا اس کے لیے اچھے طریقے سے وضو نہیں کیا؟ عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا: یہی نماز، تمہارے گناہوں کا کفارہ اور ان کی بخشش کا سبب ہے۔ (بحار الانوار، ج ۷۲،

ص۳۱۹)

(۲۵) تحفہ

ابن عباس ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ بھی مجلس میں حاضر تھا۔ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: جو شخص بازار جائے اور اپنے اہل وعیال کے لیے تحفہ وتحائف خریدے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے محتاجوں کو صدقہ دیا ہے اور نیز فرمایا: کھانا، پھل، اور دیگر تحائف تقسیم کرتے وقت سب سے پہلے بیٹیوں کو دو اس کے بعد بیٹوں کو۔ یقنا جو شخص اپنی بیٹی کو خوش رکھے گا وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے بنی اسماعیل میں سے ایک غلام کو آزاد کیا ہو۔ اور جو شخص اپنے بیٹے کو رونے سے چپ کروائے اور اسے کچھ دے کر خوش کرے وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے خدا کے خوف سے گریہ کیا ہے اور جو شخص خوف خدا کی وجہ سے گریہ کرے خداوند عالم اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔ (وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۲۲۷)

(۲۶) تعلیم اور تعلم

ایک دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے۔ آپ کی نگاہ دو گرہوں پر پڑی جن میں سے ایک گروہ عبادت میں مشغول تھا اور دوسرا علمی مباحثہ کر رہا تھا آنحضرتؐ دونوں گروہوں کو دیکھ کر مسرور ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: یہ دونوں گروہ نیک کام کر رہے ہیں اور خیر اور سعادت پر ہیں۔ لیکن میں لوگوں کو علم سکھانے کیلیے مبعوث ہوا ہوں۔ یہ بات کہہ کر آپ اس گروہ میں شامل ہو گئے جو تعلیم اور تعلم میں مشغول تھا۔

(درسایہ اولیاء خدا، محمود شریعت زادہ، ص ۴۰)

(۲۷) جسمانی تنبیہ

ابو مصعود انصاری کہتے ہیں: میرا ایک غلام تھا جس کی میں پٹائی کرتا تھا ایک دن میں نے پیٹھ

پیچھے سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا تھا: ابو مسعود ! خدا نے تمہیں اس پر قدرت دی ہے۔ (اور اسے تمہارا غلام بنایا ہے)۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ رسول خداؐ سے عرض کیا: میں نے اسے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اگر تم اس کام کو انجام نہ دیتے تو جہنم کی تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔

(بحارالانوار، ج ۴۷، ص ۱۴۲)

(۲۸) دوسروں کی طرف توجہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی طرف رخ کرتے تھے تو پورے بدن کے ساتھ اس کی طرف رخ کرتے تھے، اور کسی پر ظلم و جفا نہیں کرتے تھے اور سامنے والے کی معذرت خواہی کو فوراً قبول کرتے تھے۔ (بحارالانوار، ج ۱۶، ص ۲۲۸)

(۲۹) جوان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقافتی، سماجی اور لشکری ذمہ داریوں میں سے سنگین ذمہ داریاں ہمیشہ جوانوں کو سونپا کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام (ص) کے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے آپ نے مصعب بن عمیر کو جو ایک نوجوان تھا ثقافتی اور تبلیغی فعالیتوں کی انجام دہی کے لیے مدینہ بھیجا۔ اور یہی نوجوان جنگ بدر میں لشکر اسلام کا علمبردار اور سپہ سالار بھی رہا اور جنگ احد میں شجاعانہ جنگ کے بعد شہید ہو گیا۔ (بحارالانوار، ج ۲، ص ۴۰۵)

(۳۰) علی علیہ السلام کی محبت

رسول خداؐ نے فرمایا: شب معراج جب مجھے آسمان پر لے جا رہے تھے تو جس مقام پر بھی پہنچتا تھا فرشتوں کا ایک ایک جھنڈ خوشی اور مسرت کے ساتھ مجھ سے ملاقات کے لیے آتا تھا، یہاں تک کہ جبرائیل بھی کچھ ملائکہ کے ساتھ میرا استقبال کرنے آئے اس دن جبرائیل نے بہت اچھی بات کہی۔ کہا: اگر آپ کی امت علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتی تو خداوند عالم جہنم کو خلق ہی نہ کرتا۔ (بحارالانوار، ج ۴۰، ص ۳۵)

(۳۱) حرام وحلال

ایک شخص رسول خداؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوااورعرض کیا: یارسول اللہ ! خدا سے دعا کیجیے کہ ہماری دعا قبول کرے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اگرتم چاہتے ہو کہ تمہاری دعا قبول ہوتو روزی حلال راستے سے کماؤ، اپنے مال کو پاک کرواور حرام کو پیٹ میں داخل نہ کرو۔ (سفینۃ البحار، ج۱،ص۴۴۸)

(۳۲) بردباری

انس بن مالک کہتے ہیں: میں دس سال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھا۔ کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا: ایسا کیوں کیا ویسا کیوں نہیں کیا؟ نیز انس سے منقول ہے کہ: میں نے کئی سال رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے کبھی انہوں نے مجھے برا بھلا نہیں کہا۔ کبھی مجھے مارا پیٹا نہیں۔ کبھی مجھے خود سے دور نہیں کیا۔ اور کبھی مجھے ڈانٹا جھپٹا نہیں۔ اور کبھی مجھے کسی کام کی نسبت میری سستی اور کاہلی کی بنا پر اونچی آواز سے چلائے نہیں۔ اور اگر ان کے خاندان میں سے کوئی مجھ پر (کسی غلطی کی وجہ سے) غصہ کرتا تھا تو آنحضرتؐ فرماتے تھے: رہنے دو (انس کو برا بھلا مت کہو) جو مقدر میں ہوگا ملے گا۔ (حمید رضا کفاش، درس زندگی پیامبر اکرمؐ۔ص۴۶)

(۳۳) حمد وثنا

جب کبھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی کی خبر دیتا تھا تو آپ فرماتے تھے: **الحمد للہ علی کل نعمۃ**۔ اور جب غم واندوہ کی خبر ملتی تھی تو فرماتے تھے: **الحمد للہ علی کل حال** خلاصہ یہ کہ آپ ہر حال میں اپنے پروردگار عالم کی حمد وثنا کرتے تھے۔ (اصول کافی، ج۱،ص۴۹۰)

(۳۴) غصہ مت کرو

ایک دن ایک شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوااورعرض کیا: کچھ مجھے تعلیم کریں تا کہ خدا مجھے بخش دے اور مختصر بتائیں تا کہ میں حفظ کرسکوں۔ فرمایا: غصہ مت کرو۔ عرض کیا

: یا رسول اللہ ! وہ چیز مجھے تعلیم دیں جو میرے لیے فائدہ مند ہو۔ وہ بار بار یہی سوال دھراتا رہا آنحضرتؐ اس کو جواب میں یہی کلمہ کہتے رہے: غصہ مت کرو۔ (سنن بیہقی، ج ۱۰، ص ۱۰۵)

(۳۵) سونا

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نیند سے اٹھنے کے بعد سجدہ کرتے تھے اور اس دعا کو پڑھتے تھے: **الحمد للہ بعثنی من مرقدی ھذا و لو شاء لجعلہ الی یوم القیامۃ**۔ شکر اس خدا کا جس نے مجھے میرے بستر سے اٹھایا، اگر وہ چاہتا تو قیامت تک مجھے میرے بستر پر لٹائے رکھتا۔ نیز آپ سونے سے پہلے اور اٹھنے کے بعد مسواک کرتے تھے۔ (بحارالانوار، ج ۷۳، ص ۲۰۲)

(۳۶) خود بینی

رسول خداؐ کے پاس ایک شخص کی بہت تعریف کی گئی، ایک دن وہ آدمی خود پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اصحاب نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! یہ وہ شخص ہے جس کی اس دن تعریف کی گئی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں تو اس کے چہرے میں شیطان کی سیاہی دیکھ رہا ہوں۔ وہ نزدیک آیا اور پیغمبرؐ کو سلام کیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تجھے قسم ہے خدا کی بتا کیا تو نے اپنے آپ سے نہیں کہا کہ: مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں، ایسا ہی کہا تھا جیسا آپ نے فرمایا ہے۔ (محجۃ البیضاء، ج ٦، ص ۲۴۰)

(۳۷) پاک صاف رہنا اور عطر لگانا

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی کو معمول کے مطابق بلکہ اس سے بھی بہتر شکل میں بسر کرتے تھے، سفید کپڑے پہنتے تھے، عطر لگاتے تھے، بالوں میں کنگھی کرتے تھے اور ہمیشہ دانتوں پر مسواک کرتے تھے۔

عطر لگانا آنحضرت کے لئے ایک اصل کی طرح تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ایک جگہ تھی جہاں پر آپ عطر لگاتے تھے، انس کہتے ہیں: **کانت لرسول اللہ سکة یتطیب منھا**۔ (امتاع، ص ۱۰۱)

ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے: میں اس دنیا میں عطر، عورت اور نماز کو بہت پسند کرتا ہوں، البتہ نماز کے متعلق فرماتے تھے **قرة عینی فی الصلاة**، میری آنکھوں کی روشنی نماز میں ہے (مصنف، ج ۴، ص ۳۲۱)۔

ایک شخص نے روایت کی ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاتا تھا، آپ میرے سر پر ہاتھ رکھتے تھے، جس وقت آپ میرے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو مجھے ایسی خوشبو محسوس ہوتی تھی جس کو میں آج تک نہیں بھول سکا، اس کے بعد کہتا ہے: عطر کی خوشبو اس قدر ہوتی تھی جیسے عطر کی دکان کے پاس سے گذر رہا ہوں۔ (امتاع، ص ۱۰۱)

اگر کوئی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطر دیتا تھا تو آپ اس کو منع نہیں کرتے تھے اور عطر کا ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ نیز بیان ہوا ہے کہ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشبو کے ذریعہ پہچان لیتے تھے: **کان رسول اللہ یعرف بریح الطیب** (مصنف، ج ۴، ص ۳۱۹)

(۳۸) عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کی عبادت بھی سب سے جدا تھی، نماز شب پیغمبر اکرمؐ پر واجب تھی۔ آپ اس قدر رات کو عبادت کرتے تھے کہ خداوند عالم نے سورہ مزمل میں فرمایا: **قم اللیل الا قلیلا، نصفه او انقص منه قلیلا** (اے رسول) رات کے وقت عبادت خدا کیلئے اٹھو مگر کم، آدھی رات یا اس سے کم رات میں نماز اور قرآن پڑھو۔ (سورہ مزمل، آیت ۲، ۳) خداوند عالم قرآن کریم میں فرماتا ہے: **ان ربک یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل و نصفه و ثلثه و طائفة من الذین معک**، خدا تمہارے حالات سے آگاہ ہے کہ تم اور وہ گروہ کہ جو تمہارے ساتھ ہے رات کے ثلث یا نصف حصے کو عبادت خدا میں گذارتے ہو۔ (سورہ مزمل، آیت ۲۰)۔

ایک جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ سب لوگ سو رہے تھے لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم عبادت میں مشغول تھے: **لقد رایتنا و ما فینا نائم الا رسول اللہ تحت الشجر یصلی و یبکی حتی اصبح۔** ہمارے درمیان صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے تھے جو درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور صبح تک گریہ کرتے رہے۔

یہی نماز شب تھی جس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود یعنی شفاعت کے مقام تک پہنچایا اور یہ حق تعالی کی سفارش تھی: **و من اللیل فتھجد به نافلة لک عسی ان یبعثک مقاما محمودا۔** نافلہ شب کو انجام دو شاید خداوند عالم تمہیں مقام محمود تک پہنچادے۔ (سورہ اسراء: ۷۹)

(۳۹) ضعیف و نادار لوگوں کی خبر گیری

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضعیف ترین انسانوں کے پاس بھی جاتے تھے، مدینہ میں ایک حبشی خاتون رہتی تھی جو مسجد کے کام انجام دیتی تھی، کچھ دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کے متعلق معلوم کیا، سب نے کہا وہ مرگئی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تم نے مجھے خبر نہ دے کر اذیت کی ہے۔ اصل میں لوگ خیال کر رہے تھے کہ اس عورت کی اتنی اہمیت نہیں ہے جو ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی موت کے بارے میں بتائیں، آپ نے فرمایا اس کی قبر کہاں ہے، آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا: یہ قبریں ظلمت و تاریکی میں گرفتار ہیں اور ہمارے درود و صلوات بھیجنے سے نورانی ہوجائیں گی۔ (فتح الباری، ج ۳، ص ۱۳۳۷)

(۴۰) جن امور کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی انجام نہ دیا

مکارم الاخلاق میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے: آنحضرتؐ جب کسی سے مصافحہ کرتے تو کبھی اس سے پہلے اپنے ہاتھ کو نھیں کھینچتے تھے، جب کوئی شخص آپ سے کوئی حاجت بیان کرتا یا کسی موضوع پر آپ سے گفتگو کرتا تو اس کی بات ختم ہونے سے پہلے کبھی نگاہ نہ پھیرتے (صرف نظر نہ کرتے) جب کوئی شخص گفتگو کرتا تو اس کے خاموش ہونے سے پہلے کبھی نہ بولتے، کبھی کسی کے سامنے اپنے پاؤں نہ پھیلاتے، جب دو کاموں میں اختیار ہوتا تو ان میں سے سخت کام کو منتخب فرماتے، جب آپؐ پر ظلم کیا جاتا تو انتقام نہ لیتے ہاں! اگر محارم الٰھی کے متعلق کوئی توہین ہوتی تو آپ غضبناک ہوجا

تے۔آپ کا غصہ بھی صرف خدا کیلئے ہوتا تھا اور آپ نے زندگی بھر ٹیک لگا کر کھانا نوش نہ فرمایا۔

(۴۱)سات خصلتوں کا حکم

بحارالانوار میں آنحضرتؐ سے مروی ہے: میرے رب نے مجھ سے سات چیزوں کی سفارش کی ہے: چھپا کر اور ظاہر میں ہر کام فقط خدا کے لئے کروں، جو مجھ پر ظلم کرے اسے بخش دوں، جو مجھے محروم کرے اسے عطا کروں، جو مجھ سے تعلقات ختم کرے اس کے ساتھ صلہ رحم کروں، جب خاموش رہوں تو غور و فکر کروں اور جب دیکھوں تو عبرت حاصل کروں۔(تحف العقول:ص۴۶)

ایک اور مقام پر آنحضرتؐ سے منقول ہے: خدا نے مجھے ان سات خصلتوں کا حکم دیا ہے:

۔فقیروں کو دوست رکھنا اور ان سے قریب رہنا۔

۔لاحول ولاقوۃ اِلا باِللہ زیادہ کہنا۔

۔اپنے رشتے داروں سے تعلقات برقرار رکھنا چاہے وہ مجھ سے رابطہ ختم کر چکے ہوں۔

۔دنیاوی اعتبار سے اپنے سے نیچے لوگوں کی طرف دیکھنا اپنے سے اوپر والوں کی طرف نہ دیکھنا

۔

۔خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی سرزنش کی پرواہ نہ کرنا۔

۔حق کہنا اگرچہ کڑوا ہو۔

۔خدا کے علاوہ کسی سے بھی سوال نہ کرنا۔(الاصول الستۃ عشر:ص۸۵)

(۴۲)فریب اور دھوکہ دہی کا قصد تک نہ کرو!

عوارف المعارف میں آنحضرتؐ سے منقول ہے: جب تک تم میں توانائی اور طاقت ہو کوشش کرو کہ کسی کو رات یا دن میں دھوکہ دینے کا قصد بھی نہ کرنا کیونکہ یہ میری سنت ہے جو میری سنت کو زندہ کرے گا گویا اس نے مجھ کو زندہ کیا اور جو مجھے زندہ کرے گا وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔(عوارف المعارف،ص۷۴)

(۴۳) مزاج پرسی

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانیاں معاشرے کی ہر فرد کے شامل حال ہوتی تھیں اور ان میں بھی اصحاب کو آپ کے نزدیک خاص مقام حاصل تھا۔ اصحاب کے ساتھ آپ کا بہترین سلوک، ایک محبت آمیز رابطے اور فکری اتحاد کا باعث بنتا تھا اور سب اپنے آپ کو اس مرکز محبت وایثار وکرم سے وابستہ جانتے تھے اور ہرگز خود کو نبی اکرمؐ سے جدا نہیں سمجھتے تھے۔

انس بن مالک سے منقول ہے: اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی صحابی کو دیکھے ہوئے تین دن سے زیادہ گزر جاتے تو اس کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے، اگر وہ شہر میں نہیں ہوتا تو اس کے لئے دعا فرماتے اور اگر موجود ہوتا تو اس سے ملاقات کو خود تشریف لے جاتے اور اگر مریض ہوتا تو اس کی عیادت فرماتے تھے۔ (بحارالانوار، ج۱۶، ص۲۳۶)

(۴۴) بچوں سے خاص محبت

عصر جاہلیت کے عرب معاشرے میں بچوں سے محبت بھرے سلوک کو نقص وعیب سمجھا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوتا تھا۔ بچوں اور بالخصوص بچیوں کے ساتھ بت پرست عربوں کا برتاؤ کافی وحشیانہ تھا۔

مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ نے اس ظالمانہ ذہنیت پر خط بطلان کھینچ دیا اور اپنے بچوں کی بہ نسبت والدین کو مہربانی وشفقت کا درس دیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بچہ کو دیکھتے تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے، اسے سلام کرتے اور فرماتے: میرے بعد اس حسن سلوک کو معاشرہ میں ایک سنت کی نظر سے دیکھا جائے۔

جو بچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پڑوس میں رہا کرتے تھے وہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گلی کوچہ میں دیکھتے تھے تو ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبت بھرے سلوک کا مشاہدہ کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ذہنوں میں ایک محبوب اور مہربان استاد

کے عنوان سے بسے ہوئے تھے۔

ایک دن جب حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ظہر ادا کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معمول کے برخلاف آخری دو رکعتوں کو جلدی جلدی ادا کیا۔ نماز ختم ہونے کے بعد آپ سے سوال ہوا: یا رسول اللہ! کیا کوئی برا حادثہ پیش آیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری دو رکعتوں کو جلدی جلدی تمام کیا؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اما سمعتم صراخ الصبی۔'' کیا تم نے کسی بچہ کے رونے کی آواز نہیں سنی؟' معلوم ہوا کہ مسجد کے نزدیک ایک بچہ رو رہا تھا اور کوئی نہ تھا جو اسے بہلا کے چپ کرائے۔ اپنی شفقت کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز کو جلدی ادا کیا تاکہ اس بچہ کے ساتھ مہربانی سے پیش آسکیں۔

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں مشغول نماز تھے، امام حسینؑ اس وقت کافی چھوٹے تھے، آپ دوڑتے ہوئے محراب کی طرف آئے اور جب سرور کائنات حالتِ سجدہ میں تھے، آپ ان کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ اول سے سر اٹھایا تو اپنے ہاتھوں سے امام کو اپنی پشت سے اتار کر اپنے نزدیک بٹھا دیا، جب دوبارہ سجدہ میں گئے تو امام حسینؑ پھر آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ یہ منظر کئی بار پیش آیا یہاں تک کہ سرکار نماز سے فارغ ہوئے۔ دور سے ایک یہودی یہ منظر دیکھ رہا تھا، نزدیک آیا اور کہنے لگا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بچوں کے ساتھ کتنی محبت سے پیش آتے ہیں، ہمارے درمیان تو ایسا سلوک نہیں کیا جاتا! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تو اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح شفقت ومحبت کے ساتھ پیش آؤ گے۔ اس پورے واقعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی برکت سے وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ۳۴۸۳)

(۴۵) قرض کے طلبگار یہودی کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رویہ

شیخ صدوق نے اپنی کتاب امالی میں امام موسی کاظم علیہ السلام کے واسطے سے حضرت امیر

المومنین علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرد یہودی کی چند اشرفیاں قرض تھیں، یہودی نے آنحضرت سے قرضہ طلب کرلیا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تمھیں دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہودی نے کہا میں اپنا پیسہ لیئے بغیر آپ کو جانے نہیں دونگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر ایسا ہے تو میں تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا، آپؐ اس مرد یہودی کے پاس بیٹھ گئے اور اس دن کی نمازیں وہیں ادا کیں۔ جب آپؐ کے صحابہ کو واقعے کا علم ہوا تو یہودی کے پاس آئے اور اسے ڈرانے دھمکانے لگے۔ آپ نے صحابہ کو منع فرمایا اصحاب نے کہا اس یہودی نے آپ کو قیدی بنالیا ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا **لم یبعثنی ربی بان اظلم معاهدا و لا غیره**۔ خدا نے مجھے نبی بنا کر نہیں بھیجا تا کہ میں ہم پیمان کا فر یا کسی اور پر ظلم کروں۔ دوسرے دن مرد یہودی اسلام لے آیا اس نے شہادتین جاری کی اور کہا کہ میں نے اپنا نصف مال راہ خدا میں دیدیا خدا کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا مگر یہ کہ میں نے توریت میں آپ کی صفات اور تعریف پڑھی ہے توریت میں آپ کے بارے میں اس طرح ملتا ہے کہ **محمد بن عبداللہ مولده بمكة و مهجره بطیبه و لیس بفظ و لا غلیظ و بسخاب و لا متزین بفحش و لا قول الخنا و انا اشهدان لا اله الا الله و انک رسول الله و هذا مالی فاحکم فیه بما انزل الله**۔ محمد ابن عبداللہ جس کی جائے پیدائش مکہ ہے اور جو ہجرت کر کے مدینے آئے گا نہ سخت دل ہے نہ تندخو، کسی سے چیخ کر بات نہیں کرتے اور نہ ان کی زبان فحش اور بیہودہ گوئی سے آلودہ ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اس کے رسول ہیں اور یہ میرا مال ہے جو میں نے آپ کے اختیار میں دیدیا اب آپ اس کے بارے میں خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں۔

(۴۶) نوع دوستی اور بے کسوں کی دستگیری

شیخ صدوق نے اپنی کتاب امالی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا دیکھتا ہے کہ آپ کا لباس پرانا ہو چکا ہے آپ کو بارہ درہم دیتا ہے کہ آپ اپنے لئے نیا لباس خریدیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بارہ درہم

حضرت علی علیہ السلام کو دیتے ہیں تا کہ وہ آپ کے لئے لباس خرید کر لائیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے بازار سے بارہ درہم کا ایک لباس خریدا اور رسول اللہؐ کے پاس لے آیا۔ آپ نے لباس دیکھ کر فرمایا ہے علی دوسرا لباس میری نظر میں بہتر ہے، دیکھو کیا دوکاندار یہ لباس واپس لے گا۔ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم، آپ نے فرمایا جا کر معلوم کرو، میں دوکاندار کے پاس گیا اور کہا کہ رسول خداؐ کو یہ لباس پسند نہیں آیا ہے انہیں دوسرا لباس چاہئے اسے واپس لے لو۔ دوکاندار نے لباس واپس لے لیا اور حضرت علی علیہ السلام کو بارہ درہم لوٹا دئے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں وہ بارہ درہم لیکر رسول اللہؐ کی خدمت میں گیا آپ میرے ساتھ لباس خریدنے کے لئے بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں دیکھا کہ ایک کنیز بیٹھی رو رہی ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کنیز سے پوچھا کہ اس کے رونے کا کیا سبب ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ میرے گھر والوں نے سودا خریدنے کے لئے چار درہم دیئے تھے۔ لیکن درہم گم ہو گئے اب مجھے خالی ہاتھ گھر جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنیز کو چار درہم دے دیئے اور فرمایا جا اپنے گھر لوٹ جا۔ پھر آپ بازار کی طرف روانہ ہو گئے اور چار درہم کا لباس خریدا، خدا کا شکر ادا کیا اور بازار سے روانہ ہو گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک برہنہ شخص کہہ رہا ہے کہ جو مجھے کپڑے پہنائے خدا اسے جنت میں کپڑے پہنائے گا۔ رسول اللہؐ نے اپنی قمیص اتاری اور اس شخص کو پہنا دی۔ آپ دوبارہ بازار تشریف لے گئے اور باقی بچے چار درہموں سے ایک اور لباس خریدا اور بیت الشرف تشریف لے گئے۔ راستے میں دیکھتے ہیں وہی کنیز بیٹھی رو رہی آپ نے اس سے پوچھا تم اپنے گھر کیوں نہیں گئیں۔ کنیز نے کہا اے رسول خداؐ میں بہت دیر سے گھر سے باہر ہوں مجھے ڈر لگ رہا ہے کہیں گھر والے میرے پٹائی نہ کر دیں آپ نے فرمایا اٹھو، میرے ساتھ چلو اور اپنے گھر والوں کو مجھ سے ملواؤ، رسول خدا اس کنیز کے ساتھ اس کے گھر پہنچے آپ نے دروازے پر پہنچ کر فرمایا السلام علیکم یا اہل الدار کسی نے آپ کا جواب نہیں دیا آپ نے دوبارہ سلام کیا کسی نے جواب نہیں دیا جب آپ نے تیسری مرتبہ سلام کیا تو گھر سے آواز آئی وعلیک السلام یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ برکاتہ آپ نے فرمایا پہلی اور دوسری مرتبہ میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا گیا تو گھر والوں نے کہا کہ ہم نے دونوں مرتبہ آپ کی آواز مبارک سنی تھی اور آپ کی آواز بار بار سننا چاہتے تھے۔ رسول اللہؐ نے

فرمایا یہ کنیز دیر سے گھر لوٹ رہی ہے اس کو تنبیہ نہ کرنا گھر والوں نے کہا اے رسول خداؐ آپ کے قدم مبارک کے صدقے اس کنیز کو آزاد کیا آپ نے فرمایا الحمد اللہ ان بارہ درہموں سے بابرکت درہم نہیں دیکھے ان کی برکت سے دو برہنہ جسموں کو لباس ملا اور ایک کنیز کو آزادی نصیب ہوئی۔

(۴۷) وقت نماز اور نماز شب

نماز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کا نور تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو بہت عزیز رکھتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرتے تھے، بہت زیادہ نمازیں پڑھتے اور نماز کے وقت اپنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل طور پر خدا کے سامنے محسوس کرتے تھے ۔

نماز کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہتمام کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زوجہ کا بیان ہے کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے باتیں کرتے اور ہم ان سے محو گفتگو ہوتے، لیکن جب نماز کا وقت آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی حالت ہو جاتی تھی گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہم کو پہچان رہے ہیں اور نہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان رہے ہیں۔

منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے اشتیاق کے ساتھ نماز کے وقت کا انتظار کرتے اور اسی کی طرف متوجہ رہتے تھے اور جیسے ہی نماز کا وقت آجاتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موذن سے فرماتے "اے بلال مجھے اذان نماز کے ذریعہ خوش کردو"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے "نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی کام کو نماز پر مقدم نہیں کرتے تھے اور اول وقت، نماز ادا کرتے تھے۔ منقول ہے کہ "رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز واجب سے دوگنا زیادہ مستحب نمازیں پڑھا کرتے تھے اور واجب روزے سے دوگنے مستحب روزے رکھتے تھے ۔

روحانی عروج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا حضور قلب حاصل تھا کہ جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، منقول ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی دردناک آواز سنی

جاتی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز شب کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"رات کو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونا چاہتے تھے تو، ایک برتن میں اپنے سرہانے پانی رکھ دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسواک بھی بستر کے نیچے رکھ کر سوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا سوتے تھے جتنا خدا چاہتا تھا، جب بیدار ہوتے تو بیٹھ جاتے اور آسمان کی طرف نظر کر کے سورہ آل عمران کی آیات" ان فی خلق السموات و الارض۔۔۔ الخ" پڑھتے اس کے بعد مسواک کرتے، وضو فرماتے اور مقام نماز پر پہنچ کر نماز شب میں سے چار رکعت نماز ادا کرتے، ہر رکعت میں قرائت کے بعد، رکوع اور رکوع کے بعد، سجدہ فرماتے تھے اس قدر رکوع طولانی کرتے کہ کہا جاتا کہ کب رکوع کو تمام کریں گے اور سجدہ میں جائیں گے اسی طرح انکا سجدہ اتنا طویل ہوتا کہ کہا جاتا کب سر اٹھائیں گے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر بستر پر تشریف لے جاتے اور اتنا ہی سوتے تھے جتنا خدا چاہتا تھا اس کے بعد پھر بیدار ہوتے اور بیٹھ جاتے، نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر انہیں آیتوں کی تلاوت فرماتے پھر مسواک کرتے، وضو فرماتے، اور نماز شب میں سے پھر چار رکعت نماز پڑھتے یہ نماز بھی اسی انداز سے ادا ہوتی جس انداز سے اس سے پہلے چار رکعت ادا ہوئی تھی، پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد بیدار ہوتے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے انہیں آیتوں کی تلاوت فرماتے، مسواک اور وضو سے فارغ ہو کر تین رکعت نماز شفع و وتر اور دو رکعت نماز نافلہ صبح پڑھتے پھر نماز صبح ادا کرنے کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے "

آنحضرتؐ نے ابوذر سے ایک گفتگو کے ذیل میں نماز کی اس کوشش اور ادائیگی کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:" اے ابوذر میری آنکھوں کا نور خدا نے نماز میں رکھا ہے اور اس نے جس طرح کھانے کو بھوکے کیلئے اور پانی کو پیاسے کیلئے محبوب قرار دیا ہے اسی طرح نماز کو میرے لئے محبوب قرار دیا ہے، بھوکا کھانا کھانے کے بعد سیر اور پیاسا پانی پینے کے بعد سیراب ہو جاتا ہے لیکن میں نماز پڑھنے سے سیراب نہیں ہوتا" (سنن النبی ص، ۲۳۴، ۲۴۱، ۲۵۱، ۲۶۸)

(۴۸) دعا کے وقت تسبیح وتقدیس و بارگاہ الٰہی میں تضرع اور نیازمندی کا اظہار

آپ کے شب و روز کا زیادہ تر حصہ دعا ومناجات میں گذر جاتا تھا آپ سے بہت ساری دعائیں نقل ہوئی ہیں آپ کی دعائیں خداوند عالم کی تسبیح و تقدیس سے مزین ہیں، آپ نے توحید کا سبق، معارف الٰہی کی گہرائی، خود شناسی اور خودسازی کے تعمیری اور تخلیقی علوم ان دعاؤں میں بیان فرما دیئے ہیں ان دعاؤں میں سے ایک دعا وہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھانا لایا جاتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے:

"سبحانک اللھم ما احسن ما تبتلینا سبحانک اللھم ما اکثر ما تعطینا سبحانک اللھم ما اکثر ما تعافینا اللھم اوسع علینا و علی فقراء المومنین

خدایا تو منزہ ہے تو کتنی اچھی طرح ہم کو آزماتا ہے، خدایا تو پاکیزہ ہے تو ہم پر کتنی زیادہ بخشش کرتا ہے، خدایا تو پاکیزہ ہے تو ہم سے کس قدر درگذر کرتا ہے، پالنے والے ہم کو اور حاجتمند مومنین کو فراخی عطا فرما۔ (اعیان الشیعہ، ج۱ص ۳۰۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی عظمت وجلالت سے واقف تھے لہذا جب تک دعا کرتے رہتے تھے اسوقت تک اپنے اوپر تضرع اور نیازمندی کی حالت طاری رکھتے تھے، سیدالشہداء امام حسینؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے آداب کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یرفع یدیہ اذ ابتھل و دعاء کما یستطعم المسکین "

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ خدا میں تضرع اور دعا کے وقت اپنے ہاتھوں کو اس طرح بلند کرتے تھے جیسے کوئی نادار کھانا مانگ رہا ہو۔ (سنن النبی ص ۳۱۵)

(۴۹) مکتب کے حامی بنو قومیت کے حامی نہ بنو

جنگ احد میں مسلمانوں کے درمیان ایک ایرانی جوان تھا۔اس ایرانی جوان نے جب دشمن کے ایک فرد پر ضرب لگائی تو غرور سے کہنے لگا: یہ ضربت تمہیں میری طرف سے قبول ہو کہ میں ایک ایرانی جوان ہوں۔

پیغمبر اکرمؐ نے محسوس کیا کہ یہ جملہ ابھی دوسروں کے تعصب کو بھی بیدار کر دے گا۔آپؐ نے فوراً اس جوان سے فرمایا: تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ میں انصار میں سے ایک جوان ہوں؟ یعنی جو چیز آئین ومسلک سے مربوط ہے تم اس پر فخر نہیں کرتے اور قومیت ونسل کی باتیں کرتے ہو؟! (سنن ابی داؤد، ج ۲،ص ۶۲۵)

(۵۰) لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت ہے، آپ تربیت الٰہی سے مالامال تھے اس بنا پر معاشرت ،نشست و برخاست میں لوگوں کے ساتھ ایسے ادب سے پیش آتے تھے کہ سخت مخالف کو بھی شرمندہ کر دیتے تھے اور نصیحت حاصل کرنے والے مومنین کی فضیلت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس اور جوتوں کو خود سیتے تھے اپنی بکریوں کا دودھ خود دوھتے تھے غلاموں کے ساتھ کھاتے تھے زمین پر بیٹھتے تھے بغیر کسی شرم وحیاء کے اپنے گھر کی چیزوں کو بازار سے خرید کر لاتے تھے اور مصافحہ کے وقت اپنا ہاتھ پہلے نہیں کھینچتے تھے ہر کسی کو سلام کرتے تھے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا فقیر ہو یا امیر۔اگر کوئی دعوت کرتا تھا تو اسکی دعوت کو قبول کرتے تھے اور اسے ہلکا شمار نہیں کرتے تھے چاہے چند خرما پر ہی دعوت کیوں نہ ہو۔

آپ کی زندگی کا خرچ بہت کم تھا آپ کے اندر سادہ زیستی اور میانہ روی پائی جاتی تھی، آپ خوش مزاج اور خشاش بشاش چہرے کے مالک تھے، کبھی قہقہ مار کر نہیں ہنستے تھے لیکن ہمیشہ مسکراہٹ آپ کے چہرے پر رہتی تھی، کبھی غصہ نہیں ہوتے تھے البتہ معمولی سا غم ان کے چہرہ پر نظر آتا تھا۔مزاج کی عاجزی وانکساری آپ کی طبیعت میں تھی۔ اسراف سے پرہیز کرتے تھے لیکن سخی تھے تمام مسلمانوں کے ساتھ مہربان رہتے تھے۔ (سنن النبی،ص ۴۱)

آپ کی معاشرت کے آداب، اخلاق کی کتابوں میں تفصیلی طور پر مرقوم ہیں۔ چند آداب کو بیان کر

رہے ہیں امید ہے کہ ہمارے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب سے آراستہ ہونے کا باعث ہو:

الف) گفتگو

بات کرتے وقت کشادہ روئی اور مہربانی کو ظاہر کرنے والا تبسم آپ کے کلام کو شیریں اور دل نشیں بنا دیتا تھا روایت میں ہے کہ:

"کان رسول اللہ اذا حدث بحدیث تبسم فی حدیثه"

بات کرتے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم فرماتے تھے۔

ظاہر ہے کہ کشادہ روئی سے باتیں کرنے سے ہر ایک کو اس بات کا موقع ملتا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و منزلت سے مرعوب ہوئے بغیر نہایت اطمینان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرے، اپنے ضمیر کی آواز کو کھل کر بیان کرے اور اپنی حاجت و دل کی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کرے ۔

سامنے والے کی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی منقطع نہیں کرتے تھے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کا آغاز کرے تو اس کی بات ختم ہونے سےپہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو خاموش کر دیں۔(سنن النبی ص ۴۸)

(ب) مزاح

مومنین کا دل خوش کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، لیکن تحقیر و تمسخر آمیز، ناحق اور ناپسندیدہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلام میں نظر نہیں آتی تھی۔امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ:

"قال ما من مومن الا و فیه دعاب و کان رسول اللہ یدعب و لا یقول الا حقا" کوئی مومن ایسا نہیں ہے جس میں حس مزاح نہ ہو، رسول خدا علیہ السلام مزاح فرماتے تھے اور حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتے تھے۔(سنن النبی ص ۴۹)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت ظریف انسان تھے، کبھی بھی آپ میں غصہ اور عصبانیت نہیں دیکھی گئی، ایک حدیث میں بیان ہوا ہے: **کان بالنبی دعابة یعنی مزاحا۔ : ما رایت النبی**

ضاحکاما کان الا یتبسم۔لیکن یہ تبسم، قہقہ لگانے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ آپ فقط مسکراتے تھے۔

اس ظرافت کی وجہ سے آپ خود بھی خوشحال رہتے تھے اور دوسروں کو بھی خوشحال رکھتے تھے، آپ دوسروں کو بھی مزاح کرنے کی اجازت دیتے تھے۔

جیسا کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ہدیہ دیا اور جب آپ نے اس کو استفادہ کرلیا تو اس نے کہا کہ میرے اس ہدیہ کے پیسہ دیجئے، پیغمبر اس کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور جب بھی آپ دل گیر ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ اس اعرابی کو بلا کر لاؤ۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے وجہ مزاح کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے، مزاح کرنے والوں میں سے ایک عبداللہ بن حذافہ تھے جن کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ (جس جنگ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شرکت نہ کی ہو اس کو سریہ کہتے ہیں) کا سردار بنایا تھا۔ عبداللہ بن حذافہ نے اپنے سپاہیوں سے آگ جلانے کے لئے کہا، آگ جلنے کے بعد انہوں نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ اس آگ میں کود جاؤ۔ انہوں نے کہا: ہم اس لئے ایمان لائے ہیں تاکہ آگ سے محفوظ رہیں (ایک دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ انہوں نے آگ میں کودنا چاہا تو عبداللہ بن حذافہ نے ان کو کودنے سے منع کر دیا اور کہا کہ میں مزاح کر رہا تھا) جب یہ لوگ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور پورا واقعہ سنایا تو آنحضرتؐ نے ان کی بات کی تائید کی اور فرمایا: **لا طاعة لمخلوق فی معصی الخالق**۔ جس کام میں خالق کی معصیت ہو اس میں مخلوق کی پیروی نہیں کرنا چاہئے۔

(امتاع، ج ۱۰، ص ۶۳)

"ایک اور مقام پر نقل ہوا ہے کہ آپ نے مزاح کے طور پر ایک شخص کو کہا:

قال صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم لا حد لا تنس یا ذا الا ذنین "

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے دو کانوں والے بھول نہ جانا۔

(بحارالانوار ج ۱۶، ص ۲۹۴)

انصار کی ایک بوڑھی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمادیں کہ میں بھی جنتی ہو جاؤں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بوڑھی عورتیں جنت میں

داخل نہیں ہوں گی" وہ عورت رونے لگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سنا ؛

إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا

ہم نے بہشتی عورتوں کو پیدا کیا اور ان کو باکرہ قرار دیا۔(سورہ واقعہ آیت ۳۵،۳۶)

(ج) بات کو دھرانا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بات کو اچھی طرح سمجھا دیتے تھے۔

ابن عباس سے منقول ہے: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بات کہتے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی سوال ہوتا تھا تو تین مرتبہ دھراتے یہاں تک کہ سوال کرنے والا بخوبی سمجھ جائے اور دوسرے افراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

(د) انس و محبت

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اصحاب وانصار سے بہت انس و محبت تھی ان کی نشستوں میں شرکت کرتے اور ان سے گفتگو فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان نشستوں میں مخصوص ادب کی رعایت فرماتے تھے۔

حضرت امیر المومنینؑ آپ کی شیرین بزم کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں :"ایسا کبھی نہیں دیکھا گیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے سامنے اپنا پاؤں پھیلائے ہوں "(مکارم الاخلاق ص ۲۲)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزم کے بارے میں آپ کے ایک صحابی بیان فرماتے ہیں" جب ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے تو دائرہ کی صورت میں بیٹھتے تھے "(سنن النبی ص ۲۳)

جلیل القدر صحابی جناب ابوذر بیان کرتے ہیں" رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھتے تھے تو کسی انجانے آدمی کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہیں آخر کار اسے پوچھنا پڑتا تھا ہم لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ

آپ ایسی جگہ بیٹھیں کہ اگر کوئی اجنبی آدمی آ جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لے، اسکے بعد ہم لوگوں نے مٹی کا ایک چبوترہ بنایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چبوترہ پر تشریف فرما ہوتے تھے اور ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے۔

امام جعفر صادق ؑ فرماتے ہیں: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کے ساتھ بیٹھتے تو جب تک وہ موجود رہتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس اور زینت والی چیزوں کو زیب تن کیے رکھتے تھے۔ (سنن النبی ص ۶۳)

مجموعہ ورام میں روایت کی گئی ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ جب لوگوں کے مجمع میں بات کرو تو ان میں سے ایک ہی فرد کو متوجہ نہ کرو بلکہ سارے افراد پر نظر رکھو۔ (سنن النبی ص ۴۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی عملی سیرت

(۱) بلند اخلاق

امام جعفر صادق علیہ السلام بہت ہی بلند و بالا اخلاق کے مالک تھے، آپ کی ذات کی بلندی یہ تھی کہ جو آپ کے ساتھ برا سلوک کرتا آپ اس پر احسان کرتے تھے، مورخین نے آپ کے بلند اخلاق کے متعدد واقعات قلم بند کئے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ حاجیوں میں سے ایک شخص کو یہ وہم ہوگیا کہ اس کی رقم کی تھیلی کھو گئی ہے، اب اس کو تلاش کرنے لگا وہ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نماز میں مشغول تھے وہ آپ کے پاس بیٹھ گیا حالانکہ وہ امامؑ کو پہچانتا بھی نہیں تھا جب آپ نماز پڑھ چکے تو اس نے امامؑ سے کہا: کیا آپ نے میری رقم کی تھیلی اٹھائی ہے؟

امامؑ نے بڑے ہی نرم لہجہ میں اس سے فرمایا: اس میں کیا تھا؟ اس نے کہا: ایک ہزار دینار۔

امامؑ نے اس کو ایک ہزار دینار عطا کر دئے جب وہ ایک ہزار دینار لیکر اپنے گھر پہنچا تو اس کو وہ گم

ہو جانے والی تھیلی مل گئی اب ان ایک ہزار دیناروں کو لے کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا آپ سے عذر خواہی کی اور ہزار دینار امامؑ کو واپس دینے لگا امامؑ نے انھیں لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''جو ہم عطا کر دیتے ہیں اسے واپس نہیں لیتے"۔اس شخص کو بہت تعجب ہوا اور اس نے امامؑ کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو اس کو بتایا گیا: یہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہیں۔اس نے بڑے تعجب سے کہا: یقیناً میں نے ان کے مانند کسی کو نہیں دیکھا۔(حیاۃ الامام جعفر صادقؑ، جلد ا، صفحہ ٦٦)

(۲)۔تواضع

امام جعفر صادق علیہ السلام کی نمایاں صفت تواضع تھی، یہ آپ کی تواضع کا ہی اثر تھا جو آپ چٹائی پر بیٹھتے اور اچھے فرش پر بیٹھنے سے انکار فرما دیتے، آپ متکبرین کو حقارت سے دیکھتے تھے کسی قبیلہ کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: اس قبیلہ کا سردار کون ہے؟

ایک شخص نے جلدی سے کہا: میں۔

امامؑ نے فرمایا: ''اگر تو اس قبیلہ کا سردار ہوتا تو،، میں، نہ کہتا"۔(الطبقات الکبری جلد ا، صفحہ ۳۲)

آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک سیاہ فام شخص آپ کا ملازم تھا جو آپ کے کام انجام دیتا تھا ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا اور اس کی اہانت کرتے ہوئے کہا: یہ وہ نبطی ہے۔

امامؑ نے اس کی تردید میں فرمایا:

''انسان کی اصلیت اس کی عقل، اس کا حسب اس کا دین اور اس کا کرم اور تقوی ہے اور سب انسان آدمیت میں برابر ہیں"۔(حیاۃ الامام جعفر صادق، جلد ا، صفحہ ٦٦)

(۳)۔صبر، حلم و بردباری

آپ کے بلند اخلاق میں سے ایک عظیم صفت زمانہ کے مصائب اور گردش ایام پر صبر کرنا تھا آپ کے سامنے آپ کے فرزند اسماعیل کے انتقال کا واقعہ پیش آیا جو علم و ادب میں علویوں کا چشم و چراغ تھا، امامؑ کے اصحاب کی ایک جماعت نے جب آپ کو مدعو کیا اور آپ کے سامنے کھانا پیش کیا تو آپ کے

ساتھ بعض اصحاب نے عرض کیا: اے ہمارے سید و آقا! آپ پر آپ کے فرزند ارجمند کے غم کے آثار نظر نہیں آ رہے ہیں؟

امامؑ نے جواب میں فرمایا: ''میں ایسا کیوں ہو جاؤں جیسا تم سمجھ رہے ہو، اور اصدق الصادقین (یعنی میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے اصحاب سے فرمایا : میں بھی ایک دن مر جاؤں گا اور تم کو بھی موت آئے گی ''۔ (مناقب آل ابی طالب، جلد ۴، صفحہ ۳۴۵۔ امالی طوسی، جلد ا صفحہ ۲۸۷)

حفص ابن ابی عائشہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق (علیہ السلام) نے اپنے خدمت گذار کو سامان لینے کے لئے بھیجا۔ لیکن جب دیر ہوگئی تو آپ خود اس سامان کو لینے کیلئے نکل پڑے۔ غلام کو آپ نے دیکھا کہ ایک گوشہ میں سو رہا ہے آپ اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کو پنکھا جھلنے لگے۔ غلام جب بیدار ہوا تو آپ نے اس سے صرف اتنا کہا کہ "یہ مناسب نہیں ہے کہ انسان دن میں بھی سوئے اور رات میں بھی، رات تمہارے لئے ہے لیکن دن ہمارے لئے ہے۔ (اعیان الشیعہ جلد ا، ص ۶۶۳)

(۴)۔ سخاوت

امام صادق علیہ السلام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور ان میں سب سے زیادہ نیکی اور احسان کرنے والے تھے، راویوں نے آپ کی سخاوت کے متعدد واقعات نقل کئے ہیں، ان ہی میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ اشجع سلمی آپ کے پاس آیا تو آپ علیل تھے، جب اس نے آپ کی بیماری کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: "بیماری کو چھوڑ دو تم اپنی ضرورت بیان کرو"۔ اس نے کہا:

البسک اللہ منه عافِية في نومِک المعترِ وف ارقِک

يخرِج مِن جسمِک السقام کما اخرج ذل السوالِ مِن عنقِک

ترجمہ: "خدا نے تم کو نیند اور بیداری کے عالم میں اپنے لطف سے لباس عافیت پہنایا۔ خدا تمہارے جسم کی بیماریاں اسی طرح دور کرتا ہے جس طرح اس نے تم سے بھیک مانگنے کی رسوائی کو دور کیا ہے"۔

امام اشعار کی دوسری بیت سے اس کی ضرورت سے آگاہ ہو گئے تو آپ نے اپنے غلام سے

فرمایا: ''تیرے پاس کچھ ہے؟''۔اس نے کہا: چار سو دینار، آپ نے اس کو عطا کرنے کا حکم دیدیا ۔(تہذیب الکمال، جلد ۵، صفحہ ۸۷)

فقیروں کے ساتھ آپ کے احسان کے متعلق بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں آپ ان کو کھانا اورلباس عطا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے عیال کیلئے کھانے اورلباس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہتا تھا، آپ کے کرم کی حالت یہ تھی کہ ایک شخص کا آپ کے پاس سے گذر ہوا اس وقت آپ کھانا نوش فرمارہے تھے اس شخص نے سلام نہیں کیا اور امامؑ نے اس کو اپنے ساتھ کھانا نوش کرنے کی دعوت دی تو بعض حاضرین نے امام کے ایسا کرنے پر اعتراض کیا اور آپ سے کہا: سنت ہے کہ وہ پہلے سلام کرے پھر اس کی دعوت کی جائے حالانکہ اس نے سلام نہیں کیا ہے؟ امام مسکرائے اور اس سے فرمایا: ''**ھذا فقه عراق فيه بخل**''۔'' یہ عراقیوں کا رویہ ہے جس میں بخل پایا جاتا ہے ''(یعنی میں ایسا نہیں کرسکتا)۔(حیاۃ الامام جعفر صادقؑ، جلد ا، صفحہ ۶۴)

(۵)۔مخفی طور پر آپ کے صدقات

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء واجداد کی طرح رات کی تاریکی میں فقیروں کی مدد کرتے تھے حالانکہ وہ آپ کو پہچانتے بھی نہیں تھے، آپ رات کی تاریکی میں روٹی، گوشت اور درہموں سے بھرے ہوئے تھیلے اپنی پیٹھ پر لاد کر ضرورت مندوں کے پاس جاتے اوران کے درمیان تقسیم کرتے تھے جبکہ وہ لوگ آپ کو پہچانتے بھی نہیں تھے، آپ کے انتقال کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ صلہ رحم کرنے والے امام جعفر صادق علیہ السلام تھے۔(حیاۃ الامام جعفر صادقؑ، جلد ا، صفحہ ۶۴)

آپ کے صلہ رحم کے بارے میں اسماعیل بن جعفر سے روایت ہے: مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے پچاس درہم کی تھیلی دے کر فرمایا: ''اس کو بنی ہاشم کے ایک شخص کو دے آؤ اور اس کو یہ مت بتانا کہ میں نے یہ پچاس درہم تمھیں دیئے ہیں''۔میں نے وہ پچاس درہم لیکر اس شخص کو پہنچا دیئے، جب میں نے وہ پچاس درہم اس شخص کو دیئے تو اس نے مجھ سے سوال کیا: یہ درہم تمھیں کس نے دیئے ہیں؟

میں نے اس کو بتایا کہ یہ اس شخص نے دیئے ہیں جو تم سے اپنا تعارف کرانا نہیں چاہتا۔علوی نے کہا: یہ شخص میرے لئے ہمیشہ اسی طرح رقم بھیجتا رہتا ہے جس سے ہماری زندگی بسر ہو رہی ہے،لیکن جعفر کثرت مال کے باوجود میرے پاس کوئی درہم نہیں بھیجتا۔لیکن اس کو امام صادقؑ سے گلہ تھا کہ آپ قدرت رکھتے ہوئے بھی ہماری مدد نہیں کرتے۔(مجموعہ ورام،جلد ۲،صفحہ ۸۲)

امامؑ اللہ کی مرضی اور دار آخرت کی خاطر اپنے صدقات کو مخفی رکھتے تھے۔

(۶)۔حاجت روائی میں سبقت کرنا

جب کوئی ضرورت مند کی ضرورت کو پورا کرنے میں کوتاہی کرتا تھا تو آپ اس کی حاجت پوری کرنے میں بہت جلدی فرماتے،آپ سے اس کے بارے میں کہا گیا: آپ کسی کی حاجت روائی میں اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں؟ تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:"میں اس چیز سے خوف کھاتا ہوں کہ کوئی دوسرا شخص اس کی حاجت پوری کردے اور مجھے اس کا اجر نہ مل سکے"۔

اسی طرح امام ہر طرح کے کرم وفضیلت کے لئے ایک نمونہ تھے۔

(۷)۔آپ کی عبادت

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء واجداد کی طرح اللہ کی عبادت اور اطاعت کیا کرتے تھے،آپ اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کی عبادت کرتے تھے،آپ اپنے خالی اوقات کو نماز میں صرف کرتے،آپ واجب نماز کی نافلہ نمازیں بہت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ بجالاتے،اکثر ایام میں روزہ رکھتے۔

جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ اس کا بہت ہی شوق کے ساتھ استقبال کرتے۔آپ سے بہت سی وہ دعائیں نقل ہوئی ہیں جن کو آپ ماہ رمضان کے دنوں اور رات میں پڑھا کرتے تھے جن کو صحیفہ صادقیہ میں نقل کیا گیا ہے۔

آپ نہایت ہی خضوع کے ساتھ حج بیت اللہ انجام دیتے تھے،سفیان ثوری سے روایت ہے:

خدا کی قسم میں نے جعفر بن محمدؑ کو جس طرح مشعر میں کھڑے ہو کر تضرع اور گریہ وزاری کرتے دیکھا اس طرح کسی بھی حاجی کو نہیں دیکھا، جب آپ عرفات پہنچے تو آپ نے لوگوں کے ایک جانب ہو کر موقف میں دعا کی۔(حیاۃ الامام صادقؑ، جلد ا، صفحہ ۷۱)

بکر بن محمد ازدی سے روایت ہے: میں نے طواف کیا تو میرے ہی ایک پہلو کی طرف ابوعبداللہ (امام صادقؑ) نے طواف انجام دیا جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو آپ نے خانہ کعبہ اور حجر اسماعیل کے مابین دو رکعت نماز ادا کی اور میں نے آپ کو سجدہ میں یہ کہتے سنا:

"سجد وجھِی لک تعبدا ورِقا، لا اِلہ اِلا انت حقا حقا، الاول قبل کلِ شیء، وھا انا ذا بین یدیک، ناصیت بِیدِک، فاغفِر لیِ، اِنہ لا یغفِر الذنب العظِیم غیرک فاغفِر لِی "۔خدایا! میں تیری بندگی اور تیری عظمت وبزرگی کیلئے سربسجود ہوا، بے شک تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، تیری ہی بارگاہ میں التجا کررہا ہوں، پس (اے میرے اللہ) مجھے بخش دے، بے شک تیرے علاوہ میرے عظیم گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں، پس تو مجھے بخش دے۔" (قرب الاسناد، صفحہ ۲۸)

امام جعفر صادقؑ عبادت میں اس شخص کیلئے اسوۂ حسنہ تھے جو توبہ کرے اور اللہ کا تقوی اختیار کرے۔

(۸) عفو اور درگذر

امام جعفر صادق علیہ السلام کو کسی نے خبر دی کہ آپ کے فلاں چچازاد بھائی نے لوگوں کے درمیان آپ کو بہت برا بھلا کہا ہے۔آپ اٹھے، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی اور نماز کے بعد آپ نے رقت قلب سے فرمایا: "خدایا میں نے اپنا حق ادا کردیا، تیرا جود وکرم سب سے زیادہ ہے تو اس سے درگذر کر اور اس کے اعمال کا مواخذہ نہ کر'۔(مشکاۃ الانوار)

(۹) امام صادق علیہ السلام اور حصول معاش

ابوعمرو شیبان نقل کرتے ہیں کہ: "امام جعفر صادق علیہ السلام کو میں نے دیکھا کہ موٹا اور کھردرا لباس پہنے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ پسینہ بہہ رہا ہے، اور بیلچہ لے کر کھیت میں کام کررہے ہیں میں نے عرض کی: "میں آپ پر قربان ہوجاؤں، بیلچہ مجھے دیدیں تا کہ آپکی بجائے میں کام کروں آپؑ نے فرمایا "مجھے یہ پسند ہے کہ انسان حصول معاش کے لئے گرمی کی تکلیف برداشت کرے "۔(بحار الانوار، ج ۷۴،ص ۵۷)

(۱۰)امام صادق علیہ السلام کی شخصیت وعظمت، غیروں کا اعتراف

امام جعفر صادق علیہ السلام کی عظمت اور شخصیت کو نمایاں کرنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ آپ کا سخت ترین دشمن، منصور دوانقی جب آپ کی خبر شہادت سے مطلع ہوا تو اس نے گریہ کیا اور کہا "کیا جعفر ابن محمدؑ کی نظیر مل سکتی ہے؟ "(بحارالانوار، جلد ۷۴، ص ۱۱۳)

مالک ابن انس جو کہ اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہیں، فرماتے ہیں کہ: جعفر ابن محمدؑ کے جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل یہ بات آئی ہے کہ وہ علم و عبادت و پرہیزگاری کے اعتبار سے جعفر بن محمدؑ سے برتر بھی کوئی ہوگا۔(الامام الصادقؑ والمذہب الاربعہ جلد ا،ص ۵۳)

ابن ابی العوجا۔اس زمانہ کے مادہ پرستوں کا امام۔امام صادق علیہ السلام کی شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے کہتا ہے "یہ(امام صادقؑ) بشر سے بالاتر ہیں اگر زمین پر کسی روحانی کا وجود ہوسکتا ہے اور وہ بشر کی صورت میں جلوہ گر ہوتو وہ جعفر ابن محمدؑ ہیں'۔(الامام الصادقؑ والمذہب الاربعہ جلد ا،ص ۵۴)

(۱۱)امام صادق علیہ السلام کا علمی مقام

امام جعفر صادق علیہ السلام کی بلند ترین علمی شخصیت اور ان کے علوم کا آوازہ اس زمانے کے معاشرہ میں اتنا پھیلا کہ علمی محافل اور فضل و دانش کی مجالس میں نہایت عظمت و احترام کے ساتھ آپ کو

''صادق آل محمدؐ '' کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ دوست اور دشمن ہر ایک نے آپ کے علمی مقام کی برتری کے بارے میں اعتراف کیا۔

ابوحنیفہ۔ اہل سنت حنفی مسلک کے امام فرماتے ہیں کہ ''میں نے جعفر ابن محمد سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا ایک دن منصور کے حکم کے مطابق میں نے چالیس فقہی مسائل تیار کئے تا کہ خلیفہ کے سامنے کسی جلسہ میں آپ سے سوال کروں، سوالات ہو جانے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام ان میں سے ایک ایک سوال ے موارد اختلاف کے بارے میں ایسا کامل جواب دیا کہ سب نے اعتراف کرلیا کہ اختلاف آراء کے بارے میں آپ سب سے زیادہ علم وآ گاہی رکھتے ہیں۔ (الامام الصادقؑ والمذہب الاربعہ جلد ا ص ۵۳)

ڈاکٹر عبدالقادر محمود۔ مصری دانشمند اور صاحب قلم، ''الامام الصادق رائد السنة و الشعیه '' نامی کتاب کے مولف اپنی کتاب کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں ''امام جعفر صادق علیہ السلام اہل سنت اور شیعہ دونوں کے مرجع ہیں، آپؑ کی عظمت کے لیئے یہی کافی ہے کہ آپؑ فقہ کے ائمہ ابوحنیفہ اور مالک اور کیمیا کے ماہر جابر بن حیان کے استاد ہیں، اور ان کا وجود ایک مکتب اور مذہب سے مخصوص نہیں ہے بلکہ سب سے متعلق ہے۔

(۱۲) ناجائز تقلید اور امام صادق علیہ السلام

ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ جاہل یہودی عوام اپنے علماء کی پیروی اور ان کی ہر بات ماننے پر مجبور تھے ان کے پاس اس کے سوا کوئی راستہ ہی نہ تھا اس میں ان کی کیا خطا ہے؟ اگر خطا ہے تو وہ یہودی علماء کی خطا ہے۔ قرآن مجید ان بے چارے عوام الناس کی مذمت کیوں کر رہا ہے جو کچھ جانتے ہی نہ تھے اور صرف اپنے علماء کی پیروی کر رہے تھے؟ اگر علماء کی تقلید و پیروی لائق مذمت ہے تو پھر ہمارے عوام کی بھی مذمت کی جانی چاہیئے جو ہمارے علماء کی تقلید کرتے ہیں اگر یہودی عوام کو اپنے علماء کی تقلید نہیں کرنی چاہیئے تھی تو ان لوگوں کو بھی تقلید نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرتؑ نے فرمایا: بین عوامنا و علمائنا وبین عوام الیهود و علمائهم فرق من جهة

وتسوی من جهة: اما من حیث استووا فان الله قد ذم عوامنا بتقلیدهم علمائهم کما قد ذم عوامهم و امامن حیث افترقوا فلا۔

ہمارے عوام وعلما اور یہودی عوام وعلما میں ایک جہت سے فرق ہے اور ایک جہت سے ایک جیسے ہیں ان کے ایک جیسے ہونے کی جہت میں خداوند عالم نے ہمارے عوام کو بھی اپنے علماء کی ویسی تقلید کرنے کے باعث مذمت کی ہے اور فرق ہونے کی جہت میں مذمت نہیں کی ہے۔

اس شخص نے عرض کیا: فرزند رسول توضیح دیجئے۔

حضرت (ع) نے فرمایا: یہودی عوام نے اپنے علماء کی عملی زندگی دیکھی تھی کہ وہ کھلم کھلا جھوٹ بولتے ہیں رشوت لینے سے نہیں چوکتے رشوت اور ذاتی تعلقات کے باعث الٰہی احکام اور فیصلوں میں الٹ پھیر کرتے ہیں افراد واشخاص سے تعصب کی بنیاد پر برتاؤ کرتے ہیں ذاتی حب وبغض کو الٰہی احکام میں شامل کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت (ع) نے فرمایا: **و اضطروا بمعارف قلوبهم الی ان من یفعل ما یفعلونه فهو فاسق لا یجوز ان یصدق علی الله و لا علی الوسائط بین الخلق و بین الله۔**

وہ اس فطری الہام کی روشنی میں جو خداوند عالم نے تکوینی طور پر ہر شخص کو عطا کیا ہے جانتے تھے کہ ایسے اعمال کا ارتکاب کرنے والے شخص کی پیروی نہیں کرنی چاہئے اس کی زبان سے بیان ہونے والا خدا اور رسول کا قول نہیں ماننا چاہئے۔

یہاں امام صادق علیہ السلام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہودی عوام اس مسئلہ سے واقف نہیں تھے کہ ان علماء کی بات ماننا جائز نہیں ہے جو دینی احکام کے خلاف عمل کرتے ہیں کیونکہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے کوئی شخص واقف نہ ہو اس مسئلہ کی معرفت خداوند عالم نے ہر شخص کی فطرت میں ودیعت کی ہے اور ہر شخص کی عقل اسے جانتی ہے۔

منطقیوں کے بقول یہ ان چیزوں میں سے ہے (قضایا قیاسها معها) جس کی دلیل خود اس کے ساتھ ہے:

جس شخص کا فلسفہ وجود پاکی وطہارت اور ہواوہوس سے اجتناب ہے اگر وہ ہواوہوس اور دنیا پرستی

کا دلدادہ ہو جائے تو ہر عقل یہی حکم کرتی ہے کہ اس کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت (ع) فرماتے ہیں:

و کذلک عوام امتنا اذا عرفوا من فقھائھم الفسق الظاھر والعصبی الشدید والتکالب علی حطام الدنیا و حرامھا و اھلاک من یتعصبون علنہ و ان کان لاصلاح امرہ مستحقا و بالترفق بالبر و الاحسان علی من تعصبوا لہ و ان کان للاذلال و الاھانۃ مستحقا فمن قلک من عوامنا مثل ھو لا فھم۔

ہمارے عوام کا بھی یہی حال ہے یہ لوگ بھی اگر اپنے فقہاء میں بدکاری شدید تعصب مال و دنیا کی ہوس اپنے دوستوں اور حامیوں کی جانبداری چاہے وہ ناصالح ہی کیوں نہ ہوں اپنے مخالفوں کی سرکوبی چاہے وہ احسان و نیکی کے مستحق ہی کیوں نہ ہوں اور اسی طرح کے دوسرے اوصاف مشاہدہ کرنے کے باوجود اپنی آنکھیں بند کر کے ان کی پیروی کرتے رہیں تو وہ لوگ بھی یہودی عوام کی طرح مذمت و ملامت کے مستحق ہیں۔ (احتجاج طبرسی جلد ۲ ص ۲۶۳)

پس معلوم ہوا کہ جائز و ممدوح تقلید خود سپردگی آنکھیں بند کر لینا اور خود کو کسی کے حوالے کر دینا نہیں ہے بلکہ آنکھ کھولے رہنا اور ہوشیار رہنا ہے ورنہ وہ جرم میں شریک مانیں جائیں گے۔

(۱۳) ہندی طبیب کے ساتھ امام صادق علیہ السلام کی گفتگو

امام جعفر صادق علیہ السلام ایک دن منصور کے دربار میں پہنچے تو وہاں ایک طبیب ہندی ایک کتاب طب ہندی منصور کو پڑھ کر سنا رہا تھا، آپ بھی بیٹھ کر خاموشی سے سننے لگے۔ جب وہ فارغ ہوا تو آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور منصور سے پوچھا، یہ کون ہیں۔ منصور نے جواب میں کہا، یہ عالمِ آلِ محمدؐ ہیں۔

طبیب ہندی آپ سے مخاطب ہوا اور بولا، آپ بھی اس کتاب سے کچھ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، نہیں۔

اس نے کہا، کیوں؟

آپؑ نے فرمایا جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تمہارے پاس ہے۔

اس نے کہا، آپ کے پاس کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا کہ ہم گرمی کا سردی اور سردی کا گرمی سے۔ رطوبت کا خشکی سے اور خشکی کا رطوبت سے علاج کرتے ہیں۔ اور جو کچھ رسول خداؐ نے فرمایا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور انجام کار خدا پر چھوڑتے ہیں۔

طبیب ہندی نے کہا وہ کیا ہے؟

امامؑ:۔ فرمان رسولؐ یہ ہے کہ شِکم پر بیماری کا گہرا اثر ہوتا ہے اور پرہیز ہر بیماری کا علاج ہے جسم جس چیز کا عادی ہو گیا ہو اس سے اس کو محروم نہ کرو۔

طبیب ہندی:۔ مگر یہ چیز طِب کے خلاف ہے۔

امامؑ:۔ شاید تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے یہ علم کتاب سے حاصل کیا ہے؟

طبیب ہندی:۔ اسکے علاوہ بھی کیا کوئی صورت ہے؟

امامؑ:۔ میں نے یہ علم سوائے خدا کے کسی سے حاصل نہیں کیا۔ لہذا ابتلاؤ ہم دونوں میں کس کا علم بلند و برتر ہے؟

طبیب: کیا کہا جائے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شاید میں آپ سے زیادہ عالم ہوں۔

امامؑ:۔ اچھا میں تم سے کچھ سوال کر سکتا ہوں؟

طبیب:۔ ضرور پوچھئے۔

امامؑ:۔ یہ بتاؤ کہ آدمی کی کھوپڑی میں کثیر جوڑ کیوں ہیں، سپاٹ کیوں نہیں؟

طبیب:۔ کچھ غور وخوض کے بعد، میں نہیں جانتا۔

امامؑ:۔ اچھا پیشانی پر سر کی طرح بال کیوں نہیں ہیں؟

طبیب:۔ میں نہیں جانتا۔

امامؑ:۔ پیشانی پر خطوط کیوں ہیں؟

طبیب:۔ معلوم نہیں۔

امامؑ:۔آنکھوں پر ابرو کیوں قرار دیئے گئے ہیں؟

طبیب:۔میں نہیں جانتا۔

امامؑ:۔آنکھیں بادام کی شکل کی کیوں بنائی ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں ہے؟

طبیب:۔مجھے معلوم نہیں۔

امامؑ:۔ناک کے سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔ہونٹ، منہ کے سامنے کیوں بنائے گئے ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔آگے کے دانت باریک و تیز اور داڑھیں چپٹی کیوں ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔مرد کی داڑھی کیوں ہے؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔ہتھیلی اور تلوے میں بال کیوں نہیں ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔ناخن اور بال بے جان کیوں ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں۔

امامؑ:۔دِل صنوبری شکل کا کیوں ہے؟

طبیب:۔معلوم نہیں

امامؑ:۔پھیپھڑے کے دو حصے کیوں ہیں اور متحرک کیوں ہیں؟

طبیب:۔معلوم نہیں

امامؑ:۔ جگر گول کیوں ہے؟

طبیب:۔ معلوم نہیں

امامؑ:۔ گھٹنے کا پیالہ آگے کی طرف کیوں ہے؟

طبیب:۔ معلوم نہیں

امامؑ:۔ میں خدائے دانا و برتر کے فضل سے ان تمام باتوں سے واقف ہوں؟

طبیب:۔ فرمایئے میں بھی مستفید ہوں۔ امام: غور سے سن؟

۔آدمی کی کھوپڑی میں مختلف جوڑ اس لئے رکھے گئے ہیں تاکہ دردِ سر اسکو نہ ستائے۔

۔سر پر بال اِس لئے اگائے تاکہ دماغ تک روغن کی مالش کا اثر جاسکے، اور دماغ کے بخارات خارج ہوسکیں، نیز سردی و گرمی کا بہ لحاظِ وقت لباس بن جائے۔

۔پیشانی کو بالوں سے خالی رکھا تاکہ آنکھوں تک نور بے رکاوٹ آسکے۔

۔پیشانی پر خطوط اِس لئے بنائے ہیں تاکہ پسینہ آنکھوں میں نہ جائے۔

۔آنکھوں کے اوپر ابرو اِسلئے بنائے تاکہ آنکھوں تک بقدر ضرورت نور پہنچے۔ دیکھو جب روشنی زیادہ ہوجاتی ہے تو آدمی اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چیزوں کو دیکھتا ہے۔

۔ناک دونوں آنکھوں کے درمیان اس لئے بنائی ہے تاکہ روشنی کو برابر دو حصوں میں تقسیم کردے تاکہ معتدل روشنی آنکھوں تک پہونچے۔

۔آنکھوں کو بادام کی شکل اس وجہ سے دی تاکہ آنکھوں میں جو دوا سلائی سے لگائی جائے اس میں آسانی ہو اور میل آنسوؤں کے ذریعہ بہ آسانی خارج ہوسکے۔

۔ناک کے سوراخ نیچے کی طرف اِسلئے بنائے تاکہ مغز کا میل وغیرہ اس سے خارج ہو اور خوشبو بذریعہ ہوا دماغ تک جائے اور لقمہ منہ میں رکھتے وقت فوراً معلوم ہوجائے کہ غذا کثیف ہے یا لطیف۔

۔ہونٹ، منہ کے سامنے اِسلئے بنائے کہ دماغ کی کثافتیں جو ناک کے ذریعہ آئیں منہ میں نہ جاسکیں۔ اور خوراک کو آلودہ نہ کردیں۔

۔داڑھی اسلئے بنائی تاکہ مرد اور عورت میں تمیز کی جاسکے ورنہ بڑا شرمناک طریقہ اختیار کرنا پڑتا۔

۔آ گے کے دانت باریک اور تیز اِس لئے بنائے گئے تا کہ غذا کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر سکیں اور داڑھوں کو چوڑے (چپٹے) اِس لئے بنائے تا کہ وہ غذا کو پیس سکیں۔

۔ہاتھوں کی ہتھیلیاں بالوں سے اِس لئے خالی رکھیں تا کہ قوتِ لامسہ (چھونے کی قوت) صحیح کام انجام دے سکے۔

۔ناخن اور بالوں میں جان اِس لئے نہیں، کہ انکے کاٹنے میں تکلیف کا سامنا بار بار نہ ہو۔

۔دِل صنوبری شکل اِسلئے دی گئی تا کہ اسکی باریک نوک پھیپھڑوں میں داخل ہو کر انکی ہوا سے ٹھنڈی رہے۔

۔پھیپھڑوں کو دو حصوں میں اس وجہ سے تقسیم کیا گیا ہے کہ دِل دونوں طرف سے ہوا حاصل کر سکے۔

۔جگر کو گول اِسلئے بنایا ہے تا کہ معدہ کی سنگینی اپنا بوجھ اس پر ڈال کر زہریلے بخارات کو خارج کر دے۔

۔گھٹنے کا پیالہ آ گے کی طرف اسلئے ہے تا کہ آدمی بہ آسانی راہ چل سکے، ورنہ راستہ چلنا مشکل ہو جاتا۔

اِنسان کے جسم میں ہڈیاں کتنی ہیں؟ طبیبِ نصرانی نے بڑے اِحترام سے امامؑ سے درخواست کی کہ اِنسان کے جسم کی بناوٹ کی کچھ وضاحت فرمائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے اِنسان کو بہ لحاظ ہیکل اِستخوانی دوسوآٹھ حصوں سے ترکیب دیا ہے۔ اِنسان کے جسم میں بارہ اعضاء ہیں۔ سر، گردن، دو بازو، دو کلائی، دو ران، دو ساق (پنڈلیاں) اور دو پہلو اور تین سو ساٹھ رگیں، ہڈیاں، پٹھے، اور گوشت۔ رگیں جسم کی آبیاری کرتی ہیں۔ ہڈیاں بدن کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور گوشت ہڈیوں کا تحفظ کرتا ہے۔ اور اس کے بعد پٹھے گوشت کی حفاظت کرتے ہیں۔۔ ہر ہاتھ میں اِکتالیس ہڈیاں ہیں۔ پینتیس ہڈیوں کا ہتھیلی اور انگلیوں سے تعلق ہے۔ اور دو کا تعلق کلائی سے اور ایک کا تعلق بازو سے اور تین کا کندھے سے تعلق ہے۔ ہر پیر میں تینتالیس ہڈیاں پیدا کی ہیں۔ جن میں پینتیس قدم میں اور دو پنڈلی میں اور تین زانو میں اور ایک ران میں اور دو نشیمن گاہ میں یعنی بیٹھنے کی جگہ میں۔۔ ریڑھ کی ہڈی میں اٹھارہ ٹکڑے ہیں۔ گردن میں آٹھ، سر میں چھتیس ٹکڑے ہیں۔ اور منہ میں اٹھائیس یا بتیس دانت ہیں۔ (اِس زمانہ میں جو ترکیب اِنسان کی ہڈیوں کو شمار کیا گیا ہے اس میں اور فرمانِ امام میں اگر تھوڑا فرق ہو تو وہ صرف اس وجہ

سے ہے کہ بعض ان دو ہڈیوں کو جو بہت ہی متصل ہیں ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔امام علیہ السلام نے صدیوں قبل بغیر کسی آلہ اور فن معلومات کے تحقیق طِبی فرمائی ہے وہ آپ کے علمِ امامت کا بین ثبوت ہے۔ دورانِ خون یہ مسئلہ جو اطباءِ مشرق نے بعد میں معلوم کیا ہے رازی کا بیان ہے کہ اسکو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے صدیوں پہلے کتاب توحیدِ مفضل میں بیان فرمادیا ہے۔امام علیہ السلام نے اپنے شاگرد (مفضل) کو مخاطب کر کے فرمایا، اے مفضل! ذرا غذا کے بدن میں پہونچنے پر غور کرو، اور دیکھو کہ اس حکیم مطلق نے اس عجیب کارخانہ کو کس حکمت اور تدبیر سے چلایا ہے۔غذا منہ کے ذریعہ پہلے معدہ میں جاتی ہے۔ پھر حرارتِ غریری اس کو پکاتی ہے اور پھر باریک رگوں کے ذریعہ جگر میں پہونچتی ہے۔ یہ رگیں غذا کو صاف کرتی ہیں تاکہ کوئی سخت چیز جگر کو تکلیف نہ پہونچادے۔ کیونکہ جگر ہر عضو سے زیادہ نازک ہے۔ ذرا اللہ کی اس حکمت پر غور کرو کہ اسنے ہر عضو کو کس قدر صحیح مقام پر رکھا ہے۔اور فضلہ کے لئے کیسے ظروف (پِتہ، تلی اور مثانہ) خلق فرمائے تاکہ فضلات جسم میں نہ پھیلیں، اور تمام جسم کو فاسد نہ بنادیں۔ اگر پِتہ نہ ہوتا تو زرد پانی خون میں داخل ہو کر مختلف بیماریاں مثلاً یرقان وغیرہ پیدا کر دیتا۔ اگر مثانہ نہ ہوتا تو پیشاب خارج نہ ہوتا اور پیشاب خون میں داخل ہو کر سارے جسم میں زہر پھیلا دیتا۔

(۱۴) کشادہ گھر

ایک دن امام صادق علیہ السلام اپنے کسی صحابی کے گھر میں تشریف لے گئے۔آپؑ نے دیکھا کہ مالی خوشحالی اور عیال دار ہونے کے باوجود وہ شخص ایک حقیر سے گھر میں رہ رہا ہے۔جس کی وجہ سے اس کے گھر والے اذیت کا شکار ہیں۔حضرتؑ نے فرمایا: تم یہاں کیوں رہ رہے ہو؟ تم تو اپنی بیوی بچوں کیلئے گھر کے حصول کی استطاعت رکھتے ہو؟

عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! یہ میرا آبائی گھر ہے، میں یہاں متولد ہوا ہوں، میرے والد اور دادا بھی اسی جگہ متولد ہوئے اور انہوں نے یہاں زندگی گزاری۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے آبائی گھر کو ترک کردوں!

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمہارے والد اور دادا اس بات کی سمجھ نہیں رکھتے تھے تو کیا تم چاہتے ہو کہ ان کی بے شعوری برداشت کرتے رہو؟ اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لو اور یہ جگہ چھوڑ

دو۔(گفتارھای معنوی،شہید مطہریؒ ص ۲۵۷)

شہید مطہریؒ فرماتے ہیں: میں یہاں پیدا ہوا تھا، مجھے یہاں کی عادت ہوچکی ہے،میرے والد اوردادا بھی اسی جگہ متولد ہوئے تھے!! یہ سب بے کار کی باتیں ہیں۔

اسلامی احکام میں بھی آیا ہے کہ:"من سعادت الانسان سعة الدّار"یعنی انسان کی خوش نصیبی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا گھر کشادہ اور وسیع ہو۔اور اگر کوئی شخص اس بات کی استطاعت رکھتا ہو اور کوتاہی کرے یہاں تک کہ اس کے گھر والے اذیت محسوس کرنے لگیں تو اس شخص نے اپنے بیوی بچوں پر ظلم کیا۔تاہم اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ گھر کی کشادگی،تجمل پرستی سے مختلف ہے۔ کشادگی اور سادگی ایک چیز ہے اور تجمل پرستی اور زرق و برق سے محبت دوسری چیز ہے۔اسلام کی نگاہ میں پہلی چیز قابل ستائش اور دوسری چیز قابل مذمت ہے۔

(۱۵)امام صادق علیہ السلام کے گھر میں مجلس عزا

ابو ہارون نابینا اور قادر الکلام شاعر تھے۔کبھی کبھی امام حسین علیہ السلام کی مظلومیت اور شہادت پر مرثیہ بھی کہتے تھے۔ وہ امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔ایک دن امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو امام علیہ السلام نے ان سے کہا: اے ابو ہارون! میرے جد کے مرثیہ میں تم نے جو اشعار کہے ہیں،انہیں ہمارے لیے بیان کرو۔

ابو ہارون: جی اچھا

امام علیہ السلام: خواتین کو بھی پس پردہ آنے کا کہہ دیں تاکہ وہ بھی استفادہ کرسکیں۔خواتین بھی آگئیں۔ابو ہارون نے اپنے نئے مرثیہ کے اشعار پڑھنا شروع کئے۔ابھی اس نے پانچ مصرعوں سے زیادہ نہیں پڑھا تھا کہ امام صادق علیہ السلام کے گھر میں کہرام مچ گیا۔حضرتؑ نے اس قدر گریہ کیا کہ آپؑ کے مبارک شانے (گریہ کی وجہ سے) ہلنے لگے تھے۔امام صادق علیہ السلام کے گھر سے آہ و بکا کی صدائیں بلند ہونے لگیں، یہاں ک کہ آپؑ نے فرمایا: بس کافی ہے۔(نفثۃ المصدور، محدث قمی، ص ۴۶)

(۱۶) سچا محب

محمد بن مارد نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: کیا یہ بات سچ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ: "اذاعرفت فاعمل ماشئت" (جب امامؑ کی معرفت حاصل کرلو تو پھر جو چاہو عمل کرو)

فرمایا: ہاں! صحیح ہے

کہا: ہر عمل، اگرچہ زنا، چوری، شراب خوری ہی کیوں نہ ہو؟

امامؑ نے فرمایا: **انا للہ و انا الیہ راجعون**

خدا کی قسم! ان لوگوں نے ہمارے بارے میں ناانصافی کی ہے۔ جب ہم خود اپنے اعمال کے جوابدہ ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ ہمارے شیعوں سے یہ تکلیف اُٹھالی جائے؟

میں نے کہا کہ جب امامؑ کی معرفت حاصل کرلو تو پھر جو بھی کارِ خیر کرو تم سے قبول ہے۔ (سبق آموز واقعات، شہید مطہریؒ، ص۱۱۹)

واقعہ نقل کرنے کے بعد شہید مطہریؒ فرماتے ہیں: البتہ وہ روایت ہے کہ "**حب علی حسنة لا تضرو معها**

"تو

دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کی تفسیر کیا ہے؟ ایک بزرگ عالم دین نے، جو شاید وحید بہبہانی ہیں، اس حدیث کی ایک خاص انداز میں تشریح کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر محبت علی علیہ السلام سچی ہو تو کوئی گناہ انسان کو گزند نہیں پہنچا سکتا یعنی اگر محبت علی علیہ السلام، جو انسانیت، اطاعت، عبودیت اور اخلاق کا کامل نمونہ ہیں، سچے دل سے ہو اور خود پسندی کیلئے نہ ہو، تو انسان کو گناہ کے ارتکاب سے روک دیتی ہے۔ یہ اس ویکسین کی مانند ہے جو (بیماریوں کے خلاف) تحفظ فراہم کرتی ہے اور اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ بیماری، ویکسین والے انسان پر حملہ آور ہو۔

علی علیہ السلام جیسے پیشوا کی محبت، جو عمل، تقویٰ اور پرہیز گاری کا مجسمہ ہیں، انسان کو علی علیہ السلام کے کردار کا عاشق بنا دیتی ہے۔ گناہ کے خیال کو اس کے دماغ سے نکال دیتی ہے البتہ شرط یہ ہے کہ محبت سچی ہو۔ جو شخص علیؑ کے تقویٰ، ان کے سوز و گداز، ان کی نصف شب کی گریہ وزاری کو پہچانتا ہو

اور علیؑ جیسے شخص سے عشق کرتا ہو، محال ہے کہ ان کے فرمان یعنی تقویٰ وعمل کے خلاف عمل کرے۔ ہر محب اپنے محبوب کی خواہش کا احترام کرتا ہے اور اس کے فرمان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ محبوب کی فرمانبرداری، سچے محب کا لازمہ ہے اور یہ بات صرف علی علیہ السلام (جیسے محبوب) سے اختصاص نہیں رکھتی بلکہ رسول اکرمؐ سے سچی محبت کی بھی یہی کیفیت ہے۔ پس حدیث **"حب علی حسنة لا تضر و معها سیئة"** کا معنی یہ ہے کہ محبت علیؑ وہ نیکی ہے جو گناہ کو تکلیف پہنچانے سے روک دیتی ہے۔ یعنی گناہ کی انجام دہی سے مانع ہوجاتی ہے۔ اس کا معنی وہ نہیں ہے جسے جاہلوں نے خیال کیا ہے کہ محبت علیؑ ایسی چیز ہے کہ جس گناہ کا بھی ارتکاب کرو، کوئی اثر ہونے والا نہیں ہے۔ بہت سے درویش لوگ ایک طرف تو خدا سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف ہر گناہگار سے بڑھ کر گناہگار ہوتے ہیں۔ یہ بھی جھوٹے دعویدار ہیں۔

(۱۷) نوجوانوں کو اہمیت دینا

وہ ایام حج کا ایک پرُ ہجوم دن تھا۔ امام صادق علیہ السلام اپنے چند اصحاب کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔ اس دوران ہشام بن حکم جنہوں نے ابھی جوانی میں قدم رکھا تھا، امامؑ کی خدمت میں پہنچے۔ امامؑ انہیں دیکھ کر خوش ہوئے اور اپنے نزدیک صدرِ مجلس میں انہیں جگہ عطا کی اور بڑے احترام سے پیش آئے۔ امامؑ کے اس انداز نے اردگرد موجود لوگوں کو جو کہ سب عالم وفاضل افراد تھے، حیرت زدہ کردیا۔ امامؑ نے جب لوگوں کو اس طرح حیرت زدہ دیکھا تو فرمایا: **"هذا ناصر نا بقلبه و لسانه"** یہ دل اور زبان سے (یعنی دل وجان سے) ہمارا مددگار ہے۔ اس کے بعد حاضرین کو ہشام کا علمی مقام دکھانے کیلئے امامؑ نے ان سے اسمائے الٰہی اور ان کے فروعات کے بارے میں سوالات کیے جن کے ہشام نے اچھی طرح جوابات دیئے۔ اس وقت امامؑ نے فرمایا: "اے ہشام! کیا تمہارے اندر اتنی سمجھ ہے کہ تم منطق اور استدلال کے ساتھ ہمارے دشمنوں کو دور کردو؟۔ ہشام نے کہا: جی ہاں۔ امامؑ نے فرمایا: " خدا تم کو اس سے بہرہ مند فرمائے اور (اس راہ میں) ثابت قدم رکھے" ہشام کہتے ہیں: "اس دعا کے بعد میں خداشناسی اور توحید کی کسی بحث میں ناکام نہیں رہا"۔ (بحار۔ ج ۱۰)

(۱۸) دینی مسائل سے آگاہی حاصل کرنا

امام صادق علیہ السلام نے بشیر دہان (روغن فروش) سے فرمایا: "ہمارے ان اصحاب میں کوئی اچھائی نہیں ہے جو دین میں غور وفکر اور تفقہ نہ کریں۔ اے بشیر! اگر ہمارے دوستوں سے میں کوئی دین میں سمجھ بوجھ حاصل نہ کرے اور اس کے مسائل واحکام سے ناآشنا ہو تو وہ دوسروں کا محتاج ہو جائے گا۔ جب وہ ان کا محتاج ہوگا تو وہ اسے اپنی گمراہی میں داخل کر دیں گے، جب کہ وہ اس سے بے خبر ہوگا"۔

(اُصول کافی۔ج۱)

دینی احکام کا سیکھنا امام صادق علیہ السلام کے نزدیک اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ فرماتے ہیں:

"لو اتيت بشاب من شباب الشيعة لادبته"۔

اگر مجھے شیعہ نوجوانوں میں سے کوئی ایسا مل جائے جو دین میں تفقہ نہ کرتا ہو تو میں اسے سزا دونگا۔(بحار۔ج۱)

(۱۹) غریبوں کی دستگیری

معلیٰ بن خنیس کہتا ہے: ایک رات بارش ہو رہی تھی اور امام صادق علیہ السلام اپنے گھر سے ظلہ بنی ساعدہ کی جانب چلے۔ میں ان کے پیچھے چل پڑا۔ گویا ان کے ہاتھ سے کوئی چیز گری تو آپؑ نے فرمایا: خدا کے نام سے، خدایا اسے ہمارے پاس لوٹا دے۔ میں نے نزدیک جا کر سلام کیا تو آپؑ نے پوچھا: معلیٰ، یہ تم ہو؟ عرض کیا، جی ہاں، میں آپ کے قربان جاؤں۔ فرمایا: زمین پر ہاتھ پھیر کر ڈھونڈو، جو کچھ ملے وہ ہمیں دے دو۔ معلیٰ کہتا ہے: بہت ساری روٹیاں زمین پر گری ہوئی تھیں۔ میں نے ایک ایک دو دو کر کے ساری اُٹھائیں اور آپؑ کو دے دیں۔ روٹیوں سے بھرا ایک تھیلا آپؑ کے پاس تھا جسے آپؑ بڑی مشکل سے اُٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا، اجازت دیجئے میں یہ اُٹھا لیتا ہوں۔

فرمایا: یہ کام میرے لیے زیادہ سزاوار ہے لیکن میرے ساتھ چلو۔

ظلہ بنی ساعدہ پہنچے تو وہاں کچھ لوگ سو رہے تھے۔ امامؑ ہر ایک کے سرہانے ایک یا دو روٹیاں رکھتے رہے۔ آخری شخص کو روٹی دے کر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ کے قربان جاؤں! کیا یہ شیعہ تھے، فرمایا: اگر شیعہ ہوتے تو میں کھانے کے نمک میں بھی انہیں خود پر ترجیح دیتا
۔

(۲۰) نماز کی اہمیت

امام صادق علیہ السلام نے مختلف طبقات میں رہنے والے ایک مسلمان خصوصاً نوجوان کی زندگی اور اس کے روزمرہ کے معمولات میں نماز کے مقام کو اس طرح واضح کرتے ہوئے فرمایا: "(روز قیامت) سب سے پہلے جس چیز کا حساب بندے سے لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر اس کی نماز قبول کر لی گئی تو سارے اعمال قبول ہو جائیں گے اور اگر اس کی نماز مسترد ہو گئی تو اس کے تمام (نیک) اعمال بھی مسترد ہو جائیں گے"۔

آپؑ نے نماز سے دوری کی صورت میں جو نقصانات انسان کو پہنچ سکتے ہیں، اس کے حوالے سے ابن جندب سے فرمایا: "**ویل للساھین عن الصلوات، النائمین فی الخلوات، المستھزین باللہ وآیاتہ فی الفترات۔ اولئک الذین لاخلاق لھم فی الآخرۃ ولایکلم اللہ یوم القیامۃ ولایزکیھم ولھم عذاب الیم**" وائے ہو ان پر جو نماز سے غفلت برتتے ہیں، خلوت میں سوتے ہیں، دین کی کمزوری کے دور میں اللہ اور اس کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور نہ خدا ان سے روزِ قیامت کلام کرے گا اور نہ ان کو پاکیزہ کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے"۔

سوالات
(معرفت معصومین علیہم السلام کوئز)

درست جواب کا انتخاب کریں:

(1) کونسا مورد کھانا کھانے کے آداب میں سے نہیں ہے؟

(الف) بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا (ب) ٹیک لگا کر کھانا کھانا

(ج) اپنے سامنے سے کھانا

(2) رسول خداؐ کے فرمان کے مطابق جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے احترام میں لوگ کھڑے ہوں۔

(الف) وہ متکبر ہے (ب) اس کا ٹھکانا جہنم ہے

(ج) اس پر خدا کی لعنت ہے

(3) علماء کی محفل میں بیٹھنا بہتر ہے۔

(الف) ہزار جنازوں کی تشییع کرنے سے

(ب) ہزار مریضوں کی عیادت کرنے سے (ج) ہر دو

(4) خداوند تعالی نے مومن کے احترام کیلئے کن چیزوں کو حرام قرار دیا؟

(الف) مومن کی جان و مال اور اس کی نسبت برا گمان

(ب) مومن کی عزت و ناموس (ج) مومن کا جان و مال

(5) رسول خداؐ نے بیکار شخص کو مخاطب کر کے کیا فرمایا؟

(الف) اللہ تم سے ناراض ہے

(ب) تم میری نظروں سے گر گئے ہو (ج) تم نے اپنی آخرت کا سودا کیا ہے

(6) رسول خداؐ کے زمانہ میں منافقین کے کس سردار نے بظاہر کلمہ پڑھ کے امان حاصل کر رکھی تھی؟

(الف) کعب الاحبار (ب) عبداللہ ابن ابی (ج) ابی ابن کعب

(7) غزوہ تبوک سے لوٹتے وقت منافقین نے رسول خداؐ کو شہید کرنے کیلئے کیا منصوبہ بنایا؟

(الف) آپ کو زہر دیا جائے

(ب) گھاٹی سے گزرتے وقت آپ کی سواری کو گرایا جائے

(ج) نیند کی حالت میں آپ پر حملہ کیا جائے

(8) پیغمبر اسلامؐ کی سیرت میں کونسی چیز نہیں تھی؟

(الف) غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہیں کھاتے تھے

(ب) بکری کا دودھ خود دوہتے تھے (ج) بازار سے خریداری خود کرتے تھے

(9) اصحاب کے ساتھ دوران سفر رسول خداؐ نے کون سا کام خود اپنے ذمہ لیا؟

(الف) گوسفند ذبح کرنا (ب) برتن دھونا (ج) لکڑیاں جمع کرنا

(10) رسول خداؐ نے یہ جملہ کس کو مخاطب کر کے فرمایا: مادر گرمی! آپ نے میرے سلسلے میں انصاف سے کام نہیں لیا کیا یہ مناسب ہے میں گھر کی چھت کے سائے میں رہوں اور دودھ پیوں اور میرے بھائی جنگلوں اور صحراؤں کی تپتی دھوپ میں جائیں؟

(الف) اپنی والدہ حضرت آمنہؑ کو (ب) فاطمہ بنت اسدؑ کو (ج) دائی حلیمہ سعدیہ کو

(11) رسول خداؐ نے بتوں سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کیا فرمایا؟

(الف) میں بتوں کو خدا نہیں مانتا

(ب) میں بتوں کیلئے کی گئی قربانی کو نہیں کھاؤں گا

(ج) میں ان بتوں سے زیادہ کسی چیز سے دشمنی نہیں رکھتا

(12) رسول خداؐ نے کس شخص کا جنازہ پڑھنے سے انکار کیا؟

(الف) مقروض کا (ب) شرابی کا (ج) بداخلاق کا

(13) رسول خداؐ نے سب سے زیادہ شجاع کس شخص کو کہا؟

(الف) زیادہ صدقہ دینے والا (ب) لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنے والا

(ج) جس کو گالیاں دی جائیں اور وہ خاموشی سے برداشت کرے

(14) رسول خداؐ نے سعد انصاری کے ہاتھ کو بوسہ کیوں دیا؟

(الف) سعد آپ کے صحابی تھے (ب) وہ عمرہ انجام دے کر آئے تھے

(ج) مزدوری کر کے اہل وعیال کیلئے روزی کماتے تھے

(15)رسول خداؐ نے خالق ومخلوق کا محبوب بننے کی خواہش رکھنے والے شخص کو کیا نسخہ بتایا؟

(الف) دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ (ب) اپنا مال دنیا لوگوں میں تقسیم کر دو

(ج) ہر دو

(16)رسول خداؐ نے عورت کی زندگی کے کونسے حصے کو مجاہدین کے برابر ثواب کا مستحق قرار دیا؟

(الف) شادی کے بعد (ب) ماں بننے کے بعد

(ج) حاملہ ہونے سے لے کر بچے کو دودھ پلانے کے عرصے تک

(17)رسول خداؐ نے کس عبادت کو گناہوں کا کفارہ اور بخشش کا سبب قرار دیا؟

(الف) صدقہ (ب) روزہ (ج) نماز

(18)رسول خداؐ نے فرمایا: اپنے اہل وعیال کیلئے تحفہ وتحائف لے کر جاؤ اور سب سے پہلے گھر میں تحفہ۔۔۔۔۔۔۔کو دو؟

(الف) بیوی (ب) بیٹا (ج) بیٹی

(19)رسول اکرمؐ مسجد میں عبادت میں مشغول اور علمی مباحثہ میں مشغول دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ شامل ہوئے؟

(الف) علمی مباحثہ میں مصروف گروہ کے ساتھ (ب) عبادت کرنے والوں کے ساتھ

(ج) دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نہیں

(20)رسول خداؐ نے ثقافتی وتبلیغی فعالیت کیلئے ہجرت سے پہلے کس کو مدینہ بھیجا؟

(الف) زید بن حارثہ (ب) معصب ابن عمیر (ج) حضرت علیؑ

(21)جبرائیلؑ نے شب معراج رسول خداؐ کے استقبال کے وقت کیا کہا؟

(الف) خدا نے آپ کی اہلبیتؑ کی محبت سب پر واجب قرار دی ہے

(ب) اگر آپ کی اُمت علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتی تو خداوند عالم جہنم کو خلق نہ کرتا

(ج) حضرت زہراؑ کی رضا خدا کی رضا ہے

(22) رسول خداؐ نے دعا کی قبولیت کیلئے کیا شرط بتائی ؟

(الف) روزی حلال راستے سے کمانا اور حرام کو پیٹ میں داخل نہ کرنا

(ب) نماز کے بعد دعا کرنا (ج) توجہ کے ساتھ دعا کرنا

(23) جب رسول خداؐ کو کوئی خوشی کی خبر دیتا تو آپ کیا فرماتے ؟

(الف) خدا تمہیں بھی خوش رکھے (ب) آپ کا شکریہ

(ج) الحمدللہ علی کل نعمۃ

(24) جب آپؐ کو کوئی غم کی خبر دیتا تو آپ کیا فرماتے ؟

(الف) اناللہ وانا الیہ راجعون (ب) الحمدللہ علی کل حالٍ

(ج) خدا سب کو دکھوں سے بچائے

(25) رسول خداؐ سونے سے پہلے اور اُٹھنے کے بعد کونسا عمل انجام دیتے ؟

(الف) سجدہ کرتے (ب) عطر لگاتے

(ج) مسواک کرتے

(26) پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کے بارے میں یہ کیوں کہا کہ " میں اس کے چہرے میں شیطان کی سیاہی دیکھ رہا ہوں"؟

(الف) اُس شخص میں خود بینی کی صفت تھی (ب) بے نماز تھا

(ج) غریبوں کی مدد نہیں کرتا تھا

(27) کونسا عمل رسول خداؐ کیلئے ایک اصل کی طرح تھا؟

(الف) صدقہ دینا (ب) ذکر خدا کرنا (ج) عطر لگانا

(28) کس چیز کو رسول خداؐ نے اپنی آنکھوں کی روشنی قرار دیا ہے؟

(الف) خوش اخلاقی (ب) نماز (ج) محبت اہلبیتؑ

(29) لوگ رسول خداؐ کے حضور کو کس چیز سے پہچان لیتے تھے؟

(الف) قدموں کے نشان سے (ب) لباس سے

(ج) خوشبو سے

(30) کونسا عمل تھا جس نے رسول خداؐ کو مقام محمود تک پہنچایا؟

(الف) صدقہ دینا (ب) زیادہ تلاوت قرآن کرنا

(ج) نماز شب پڑھنا

(31) خداوند تعالیٰ نے کن خصلتوں کے اپنانے کا رسول خداؐ کو حکم دیا؟

(الف) ہر کام خدا کیلئے، بخشش، صلہ رحمی، غور وفکر، عبرت حاصل کرنا

(ب) صلہ رحمی، لاحول ولاقوۃ الا باللہ زیادہ کہنا، خدا کی راہ میں سرزنش کی پرواہ نہ کرنا، حق کہنا، خدا کے علاوہ کسی سے سوال نہ کرنا (ج) ہر دو

(32) رسول خداؐ اگر کسی صحابی کو کتنے دن تک نہ دیکھتے تو اُس کے بارے میں دریافت فرماتے تھے؟

(الف) ایک دن (ب) تین دن (ج) دو دن

(33) ایک دفعہ رسول خداؐ نے کس وجہ سے نماز کی آخری دو رکعتوں کو جلدی جلدی ادا کیا؟

(الف) دشمن کے خوف کی وجہ سے

(ب) بچے کے رونے کی آواز سنی اُس کو بہلانے کیلئے

(ج) صحابہ کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے

(34) رسول خداؐ کی پشت مبارک پر حالت نماز میں کون سوار ہوئے؟

(الف) امام حسن علیہ السلام (ب) امام حسین علیہ السلام (ج) زید بن حارثہ

(35) رسول اکرمؐ دعا کے وقت بارگاہ خداوندی میں کس طرح تضرع کا اظہار کرتے تھے؟

(الف) رو رو کر دعا مانگتے (ب) سر سجدے میں رکھ کر دعا مانگتے

(ج) دونوں ہاتھوں کو اس طرح بلند کرتے جیسے کوئی نادار کھانا مانگ رہا ہو

(36) جنگ اُحد میں لڑنے والے ایرانی جوان کو رسول خداؐ نے کس چیز سے منع فرمایا؟

(الف) قومی ونسلی تعصب سے (ب) جنگ کرنے سے

(ج) مالِ غنیمت جمع کرنے سے

(37) کونسا عمل رسول خداؐ کے کلام کو شیریں اور دل نشین بنا دیتا تھا؟

(الف) آنحضرتؐ کا لہجہ (ب) خوبصورت الفاظ کا استعمال

(ج) بات کرتے وقت آپکا تبسم

(38) رسول خداؐ کے مزاح میں کیا خصوصیت ہوتی تھی؟

(الف) مزاح میں بھی حق کے علاوہ کچھ نہ کہنا (ب) مسکراہٹ و تبسم

(ج) ہر دو

(39) رسول اکرمؐ نے مزاح کے طور پر ایک شخص کو کیا کہا؟

(الف) ٹیڑھی ناک والے (ب) گھنی داڑھی والے

(ج) دو کانوں والے

(40) جنت میں جانے کی دعا کی درخواست کرنے والی بوڑھی عورت کو رسول خداؐ نے مزاح کے طور پر کیا کہا؟

(الف) تم جلدی مر جاؤ گی

(ب) بوڑھی عورت جنت میں داخل نہیں ہوگی (ج) تم جنت میں نہیں جاؤ گی

(41) رسول خداؐ سوال کرنے والے کے جواب میں بات کو کتنی بار دہراتے تھے؟

(الف) 5 بار (ب) 2 بار (ج) 3 بار

(42) امام صادقؑ نے رقم کی تھیلی گم کرنے والے شخص کے سوال کے جواب میں کہ: کیا آپ نے میری رقم اُٹھائی ہے، کیا رویہ اختیار کیا؟

(الف) اپنی صفائی پیش کی (ب) اُسے ڈانٹا (ج) اُسے گمشدہ رقم دے دی

(43) یہ فرمان کس امامؑ کا ہے: انسان کی اصلیت اُس کی عقل، اُس کا حسب اُس کا دین اور اُس کا کرم و تقویٰ ہے اور سب انسان آدمیت میں برابر ہیں؟

(الف) امام علی علیہ السلام (ب) امام رضا علیہ السلام (ج) امام صادق علیہ السلام

(44) امام صادقؑ سے جب سوال کیا گیا کہ آپ حاجت مند کی حاجت روائی میں اتنی جلدی کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا؟

(الف) اللہ کو یہ کام پسند ہے (ب) میرے آباؤ اجداد کی سنت ہے

(ج) میں اس چیز سے خوف کھاتا ہوں کہ کوئی دوسرا اس شخص کی حاجت پوری کردے اور مجھے اس کا اجر نہ مل سکے

(45) جب امام صادقؑ کو خبر دی گئی کہ آپؑ کے فلاں چچازاد بھائی نے آپ کو لوگوں کے درمیان برا بھلا کہا ہے تو امامؑ نے کیا ردعمل اختیار کیا؟

(الف) اُسے برا بھلا کہا (ب) اپنا دفاع کیا (ج) اُس کی مغفرت کیلئے دعا کی

(46) یہ جملہ کس کا ہے: کیا جعفر ابن محمدؑ کی نظیر مل سکتی ہے؟

(الف) ابوحنیفہ (ب) مالک ابن انس (ج) منصور دوانیقی

(47) یہ جملہ کس نے کہا؟ جعفر بن محمدؑ جیسا نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے؟

(الف) مالک ابن انس (ب) منصور دوانیقی (ج) ابوحنیفہ

(48) امام صادقؑ نے ہندی طبیب کو مرد کی داڑھی اگنے کی وجہ کیا بیان فرمائی؟

(الف) مرد کے بارعب ہونے کیلئے (ب) مرد و عورت کی شناخت کیلئے

(ج) خوبصورتی کیلئے

(49) امام صادقؑ کے گھر برپا ہونے والی مجلس عزا میں کس نے مرثیہ پڑھا؟

(الف) فرزدق نے (ب) ابودردا نے (ج) ابوہارون نے

(50) امام صادقؑ نے یہ جملہ کس کے بارے میں فرمایا: یہ دل و جان سے ہمارا مددگار ہے؟

(الف) ہشام بن حکم (ب) جابر ابن حیان (ج) ابوہارون